

ایمان عمل اور اغراض مقصود کے نور سے دل کو جگمگانے والا بنانے پر عربی رسالہ
 "ایہا الولد" کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔

اِسْلَامُ غَزَا لِيْ كُمِيْ لَصِيْحَتَيْنِ

مُصَنَّفٌ

سُبْحَانَكَ يَا مَنْ لَا يَمُوتُ وَلَا يَنَامُ وَلَا يَسْهُو وَلَا يَفْرَحُ وَلَا يَبْكُ وَلَا يَغْصِبُهُ شَيْءٌ وَلَا يَكُونُ لَهُ عِلَّةٌ فِي شَيْءٍ وَلَا يَخْلُقُ إِلَّا بِإِذْنِكَ وَلَا يَخْفَى عَلَيْكَ شَيْءٌ وَلَا يَنْفَعُ الْغِيَاثَ غِيَاثُهُ وَلَا يَنْفَعُ الْمَلِكَ مَلِكُهُ وَلَا يَنْفَعُ الْعَبْدَ عَبْدُهُ وَلَا يَنْفَعُ الْبَشَرَةَ بَشَرَتُهَا وَلَا يَنْفَعُ الشَّيْءَ شَيْئَهُ وَلَا يَخْلُقُ إِلَّا بِإِذْنِكَ وَلَا يَخْفَى عَلَيْكَ شَيْءٌ وَلَا يَنْفَعُ الْغِيَاثَ غِيَاثُهُ وَلَا يَنْفَعُ الْمَلِكَ مَلِكُهُ وَلَا يَنْفَعُ الْعَبْدَ عَبْدُهُ وَلَا يَنْفَعُ الْبَشَرَةَ بَشَرَتُهَا وَلَا يَنْفَعُ الشَّيْءَ شَيْئَهُ

ماترحيم

تَوَلَّانَا مُحَمَّدٌ طَيْفِيلُ أَحْمَدُ رَضِيَّاهُ

بَازِ اِیصالِ ثَوَاب

استاذ العلماء عالم باعمل صوفى باصفا حضرت علامہ مولانا
محمد خورشید عالم عزن مری علیہ الرحمہ

ناتھ

حضرت علامہ مفتی محمد انصاری رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین
حضرت مولانا محمد انصاری رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین
سُبحانہ لہُ کہ تو نے حقانہ علم کو مبلغِ پاک بنا دیا

ایمان و عمل اور اخلاص و تقویٰ کے نور سے دلوں کو جگمگانے والا بلند پایہ عربی رسالہ
”ایہا الولد“ کا سلیس اردو ترجمہ بنام

ایمان غزالی کی نصیحتیں

مُصَنَّف

میر تقی الاسلام نقیضت ایمان محمد غزالیؒ علیہ السلام

مُتَرَجِم

مولانا محمد طفیل احمد رصباہی

بَلَدِ اَبْنِ اِيصَالِ شَوَابِ

استاذ العلماء عالم باعمل صوفی باصفاء حضرت علامہ مولانا
محمد نور شید عالم غزنیؒ علیہ الرحمہ

تَاْمِيْر

حضرت علامہ مفتی محمد انجالیؒ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین حضرت مولانا محمد لاہوریؒ رضوان اللہ علیہ اجمعین
سجانب پور ٹوٹہ سقاہ عمر پور ضلع پاک پٹنہ

جملہ حقوق بحق مترجم و ناشر محفوظ

- نام کتاب : امام غزالی کی نصیحتیں (ترجمہ: رسالہ ”ایہا الولد“)
- مصنف : حجت الاسلام حضرت امام محمد غزالی قدس سرہ
- مترجم : مولانا محمد طفیل احمد مصباحی (سابق مدیر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور)
- کمپوزنگ و ڈیزائن: محفوظ صدق بھاگلپوری
- سن طباعت : فروری 2024ء / رجب المرجب 1445ھ۔
- تعداد اشاعت : پانچ سو (500)

ماہنامہ

ملنے کے پتے

(۱) مولانا محمد ارشد رضا جمالی 7004751982

(۲) مولانا محمد طفیل احمد مصباحی 8416960925

سبحان پور کنٹوریہ، تھانہ عمر پور، بانکا، بہار

فہرست کتاب

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	شرفِ انتساب	۷
۲	منظوم خراجِ عقیدت	۸
۳	دعائیہ کلمات	۹
۴	حضرت علامہ و مولانا محمد خورشید عالم عریزی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات	۱۱
۵	علمائے کرام کے تاثرات	۳۸
۶	آغازِ ترجمہ رسالہ ”ایہا الولد“	۵۱
۷	حضور سید عالم ﷺ کی پیاری نصیحت	۵۱
۸	نصیحت کرنا آسان ہے، لیکن اس پر عمل مشکل	۵۲
۹	اعمالِ صالحہ سے کبھی غافل نہ رہو	۵۳
۱۰	عمل کے بغیر سوال تک علم حاصل اور ایک ہزار کتابیں جمع کرنا فاضل ہے	۵۴
۱۱	عمل کے حساب سے جنت کی تقسیم	۵۵
۱۲	بنی اسرائیل کے ایک عبادت گزار بندے کا امتحان	۵۵
۱۳	آخرت میں حساب و کتاب سے پہلے دنیا ہی میں اپنا محاسبہ کرو	۵۶
۱۴	علم کا مقصد دین و شریعت کی تبلیغ اور اپنے اخلاق کو سنوارنا ہے	۵۷

۱۵	اللہ رب العزت میت سے چالیس سوال کرتا ہے	۵۸
۱۶	نفس کی مخالفت کرو اور موت کو قریب جانو	۵۸
۱۷	صرف علم ہی کافی نہیں بلکہ عمل بھی ضروری ہے	۶۰
۱۸	تین آوازیں اللہ عزوجل کو بہت پسند ہیں	۶۰
۱۹	حضرت لقمان حکیم کی ایک پیاری نصیحت	۶۲
۲۰	عبادت شریعت کی پیروی کا نام ہے	۶۲
۲۱	ہر قول و عمل شریعت کے مطابق ہونا چاہیے	۶۳
۲۲	ذوقی چیز الفاظ سے بیان نہیں کی جاسکتی	۶۳
۲۳	سالک کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں	۶۴
۲۴	علم کے آٹھ عظیم فائدے	۶۵
۲۵	پیر و مرشد کی ضرورت	۶۹
۲۶	پیر کامل اور مرشد کامل کی پہچان	۷۰
۲۷	شریعت پر ثبات قدمی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ ہی اصل تصوف ہے	۷۱
۲۸	عبودیت کی بنیاد تین چیزوں پر ہے	۷۲
۲۹	علم پر عمل کرو، غیر معلوم علم بھی حاصل ہو جائے گا	۷۳
۳۰	سلوک و معرفت کا علم حاصل کرنے میں جان کی بازی لگا دو	۷۴
۳۱	عزیزم! میں تجھے آٹھ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں	۷۴
۳۲	جاہل عوام مریض ہیں اور علمائے کرام ان کے روحانی طبیب	۷۵

۷۷	حد کرنا گویا اپنے عمل کی کھیتی میں آگ لگانا ہے	۳۳
۷۸	تقریر اور وعظ و نصیحت کا مطلب	۳۴
۷۹	واعظ اور مقرر کو لفاظی اور فضول عبارت آرائی سے پرہیز لازم ہے	۳۵
۸۰	وعظ و تبلیغ کا مقصد کیا ہونا چاہیے	۳۶
۸۱	امرا و سلاطین سے میل جول نہ رکھو	۳۷
۸۲	امرا و سلاطین سے تحفے اور نذرانے قبول نہ کرو	۳۸
۸۳	چار نصیحتیں جن پر عمل ضروری ہے	۳۹
۸۴	علم اصلاح نفس (فقہ و تصوف) کا سیکھنا فرض ہے	۴۰
۸۷	رسالہ ”ایہا الولد“ کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی برکت	۴۱



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برائے ایصال ثواب

استاذ العلماء، صوفی با صفا حضرت علامہ و مولانا

محمد خورشید عالم عزیزی بھاگل پوری علیہ الرحمہ

بانی و مہتمم مدرسہ حبیبیہ، سیکٹر ۵/۱ اور کبلا، ضلع سندرگڑھ، اڑیسہ

نوٹ: جو حضرات بھی اس کتاب کا مطالعہ کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں، وہ استاذ العلماء حضرت علامہ و مولانا محمد خورشید عالم عزیزی بھاگل پوری علیہ الرحمہ کے حق میں مغفرت اور بلندی درجات کی ضرور دعا فرمائیں۔ اللہ رب العزت حضرات پنجتن پاک کے صدقے آپ کے صغائر و کبائر کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

ہے دعا احمد کی بر سے نور و نکہت صبح و شام
رب کی رحمت آپ کی تربت پہ نازل ہو مدا

(دعا گو: طفیل احمد مصباحی)

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کا انتساب مندرجہ ذیل شخصیات کے نام کرتا ہوں:

(۱) حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمہ

جن کے بلند پایہ عربی رسالہ ”ایہا الولد“ کے مندرجات پر عمل میری طرح ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد کی دنیوی و اخروی فلاح و بہبود کا ذریعہ ہے۔

(۲) عم مکرم جامع شریعت و طریقت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ و مولانا حافظ وقاری محمد سہیل احمد رضوی نعیمی علیہ الرحمہ

جن کی کتابوں کا مطالعہ کر کے میرے شعور و فکر میں بیداری آئی اور قرطاس و قلم کی عظمت کا احساس ہوا۔

(۳) والد گرامی ادیب شہیر شاعر یا کمال حضرت مولانا حافظ وقاری

محمد زین العابدین عرف محمد تحسین عالم رضوی علیہ الرحمہ

جن کی دعاؤں اور پیام کو ششوں سے مجھے قلم پکڑنے کا شعور ملا

اللہ رب العزت حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے صدقے عم مکرم

اور والد معظم کی مغفرت فرمائے ان کے درجات کو بلند کرے

اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

دعا گو و دعا جو

طفیل احمد مصباحی ۲۹ جنوری ۲۰۲۳ء بروز دوشنبہ

منظوم خراجِ عقیدت

بارگاہِ اناذ العلماءِ صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا محمد خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ
(نتیجہ فکر: محمد طفیل احمد مصباحی)

خورشیدِ چرخِ علم تھے، تقویٰ شعار تھے رخسارِ پارسائی کے نقش و نگار تھے
اوراقِ زیستِ عشق کے جلوؤں سے تابناک مہکے نبی کی یاد سے لیل و نہار تھے
پیزارِ مصطفیٰ سے جھڑی تھی جو گردِ علم حضرت وہی نمونہ گرد و غبار تھے
سنت کے عطر سے تھا معطر لباسِ زیست گزرے جدھر سے راستے بھی مُشکبار تھے
تا عمر تھی تلاوتِ قرآن مشغلہ ذاکر تھے دن میں شب میں تہجد گزار تھے
اخلاق بے مثال تو کردار لا جواب احباب میں بھی صاحبِ عز و وقار تھے
صوم و صلوٰۃ کے رہے پابند عمر بھر صوفی مزاج، عابد شب زندہ دار تھے
ان کو ملا تھا حافظِ ملت کا جامِ فیض میخانہِ عزیزی کے وہ بادہ خوار تھے
کرتے تھے چارہ سازی عوام و خواص کی انسانیت کے آپ بڑے غم گسار تھے
ریشم کے مثل نرم تھے اپنوں کے واسطے گستاخِ مصطفیٰ کے لیے، ذوالفقار تھے
عالم کی موت اصل میں عالم کی موت ہے وہ کیا گئے جہاں سے سبھی سو گوار تھے

دین میں کے کام کیے تادمِ حیات

احمد جہی وہ قابلِ صد افتخار تھے

دعائیہ کلمات

استاذ العلماء عمدة المدرسين حضرت علامہ ومولانا

محمد اصغر علی مصباحی دام ظلہ العالی

و اُس پرنسپل دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، ضلع بھدرک، اڈیشا

اس خاکدانِ گیتی پر ہر دور میں ایسے نفوسِ قدسیہ کی آمد ہوتی رہی ہے، جن کے وجودِ مسعود سے ایک جہاں ہمیشہ فیضیاب ہوتا رہا ہے اور جن کے علم و فضل کی ضیا بارِ کرہوں سے ایک عالم منور ہے۔ انہیں عظیم المرتبت اور نفع بخش شخصیات میں سے ایک عظیم شخصیت حجتہ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمہ ہیں، جن کے علمی و روحانی فیضان سے مشرق و مغرب اور عرب و عجم آج تک فیضیاب ہو رہے ہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمہ کی تمام تصنیفات اپنے فن میں ماخذ و مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کے قلمِ اعجازِ رقم سے نکلے ہوئی علمی و ادبی شہ پارے لعل و گہر کی طرح آج تک ایک عالم کو اپنے نورِ علم سے روشن کیے ہوئے ہیں۔ آپ کی جملہ تصنیفات کی طرح آپ کا ایک عظیم علمی اور خالص اصلاحی رسالہ ”ایہا الولد“ ہے، جس کی طرف اہل علم حضرات تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کے باب میں صدیوں سے رجوع کرتے رہے ہیں۔ وعظ و نصیحت کا کوئی طریقہ ایسا نہیں جو اس رسالہ میں شامل نہ ہو۔ اس کی سطر سطر سے پند و موعظت کا عکس نمایاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قاری اپنے ذوق و وجدان کے اعتبار سے اس رسالے سے استفادہ کرتا ہے۔ یہ بلند پایہ رسالہ عربی زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بنام ”امام غزالی کی نصیحتیں“ عزیز القدر ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا حافظ و قاری محمد طفیل احمد مصباحی صاحب نے کیا ہے، جو اس کم عمری میں دو درجن سے زائد کتابوں کے مصنف و

مؤلف اور مترجم میں۔ عزیزم سلمہ نے اردو زبان میں اس عربی رسالے کا بڑا سلیس اور رواں دواں ترجمہ کیا ہے، جو اہل علم اور طبقہ عوام کے لیے یقیناً قابل مسرت ہے۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ اس مفید رسالے میں حصول علم کا مقصد اصلی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ”تحصیل علم کا مقصد عمل خیر سے مزین ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنا اور کامیاب بنانا ہے۔ عمل کے بغیر علم بے سود اور دارین میں فضیحتوں (روایتوں) کا سبب ہے“۔ یہ مختصر کتاب عوام و خواص اور طلبہ و اساتذہ سب کے لیے یکساں مفید معلومات افزا اور نفع بخش ہے۔ مولانا طفیل احمد مصباحی بڑے ملنار، مخلص، محنتی اور بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔ انہوں نے اس کم عمری میں تصنیف و تالیف کے میدان میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ اللہ رب العزت ان کی دینی و تصنیفی خدمات کو قبول فرمائے اور مزید دینی کاموں کی توفیق بخشے۔ آمین۔

استاذ العلماء، صوفی باصفا حضرت علامہ محمد خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ کے عرسِ چہلم کے موقع پر یہ اہم کتاب منظرِ عام پر آرہی ہے۔ آپ کے صاحب زادگان حضرت مولانا مفتی محمد نعمان رضا برکاتی اور مولانا ارشد رضا جمالی قابل تعریف و لائق تبریک ہیں۔ حضرت علامہ خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ ایک بزرگ عالم دین، متقی و پرہیزگار، صوفی مزاج اور مخلص انسان تھے۔ آپ نے پوری زندگی نہایت خاموشی اور اخلاص و للہیت کے ساتھ دینی و علمی خدمات انجام دیں۔ اپنے علم و فضل سے ہزاروں شاگردوں اور معتقدوں کو فیضیاب کیا۔ آپ ایک طویل عرصے سے رئیس اعظم اڈیشا حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ حبیبیہ سیکٹر ۱۵ راور کیلا، ضلع سندرگڑھ، اڈیشا میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ دین و مذہب کی تبلیغ و توسیع اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے انہوں نے اڈیشا میں بڑا عظیم کام کیا ہے۔ اللہ رب العزت انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔ آمین!

استاذ العلماء، صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا محمد خورشید عالم عزیزی کٹوریادی علیہ الرحمہ

حیات و خدمات

از قلم: محمد طفیل احمد مصباحی

صوبہ بہار کا مشہور علمی و ادبی و روحانی خطہ غیر منقسم بھاگل پور کے وہ مخلص علمائے کرام اور باب فضل و کمال جو صحیح معنوں میں ”علمائے ربانین“ کے زمرے میں شامل ہیں، ان میں ایک اہم اور نمایاں نام بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، صوفی باصفا، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد خورشید عالم عزیزی کٹوریادی (بانی و مہتمم تنظیم اہل سنت مدرسہ حبیبیہ، سیکٹر: ۱۵، راوڑکیلا، ضلع مندر گڑھ، اڑیسہ) کا بھی ہے۔ آپ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ علم و حکمت، زہد و تقویٰ اور اخلاص و للہیت کی دولت آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ آپ کے والد گرامی استاذ العلماء حضرت مولانا محمد امام الدین صاحب علیہ الرحمہ (بانی مدرسہ نصیبیہ منور العلوم، سحان پور کٹوریہ، ضلع بانکا، بہار) کا شمار شہر بھاگل پور کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ بھاگل پور و بانکا کے سینکڑوں علمائے کرام آپ کے تلمیذ اور فیض یافتہ ہیں۔ ”أَلُوْا لَدِیْ سِرٍّ لَا یَبِیْہِ“ کے مصداق حضرت مولانا خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ پوری زندگی عبادت و ریاضت، درس و تدریس، دین و مذہب کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ و استحکام کے لیے کوشاں رہے۔ آپ کی صورت و سیرت، گفتار و کردار، عادات و اطوار اور زندگی و بندگی دیکھ کر اسلاف کرام کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ قوم و ملت کے جفاکش غلام اور دین و سنیت کے ایک بے لوث مبلغ کے طور پر آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ آپ پوری زندگی نہایت خاموشی کے ساتھ دین و دانش کی گراں قدر خدمات انجام دیتے رہے اور لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرماتے رہے۔

ہزاروں افراد آپ کے میخانہ علم سے سیراب ہوئے اور بیشمار لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔ ایک بافیض عالم کی حیثیت سے آپ نے ہمیشہ دوسروں کو فائدہ پہنچایا اور ”خیبر الناس من ینفع الناس“ کے مطابق ”بہترین انسان“ ثابت ہوئے۔ آپ کی پچپن سالہ دینی و ملی علمی خدمات آپ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ آپ کی کتاب زندگی کا ہر ایک ورق بڑا درخشاں اور سنہرا ہے۔ آپ کی ذات مجموعہ محاسن تھی، جس پر شرح و بسط کے ساتھ بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے سرِ دست آپ کے کچھ احوال زندگی اور بعض نمایاں اوصاف و کمالات تحریر کیے جاتے ہیں۔

پیدائش:

حضرت مولانا خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ (متوفی: ۱۷/ جنوری ۲۰۲۲ء) کا وطن مالوٹ سبحان پور کٹوریہ، عمر پور، ضلع بانکا، بہار ہے، جو پہلے ضلع بھاگل پور کا حصہ تھا۔ سبحان پور کٹوریہ علمی و ادبی لحاظ سے کافی زرخیز ہے۔ اس بابرکت گاؤں کو باہر کے اہل علم ”مدینۃ العلماء“ کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ شہزادہ حافظِ ملت، عزیزِ ملت حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد عبدالحفیظ صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ (سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی) نے ایک جلسے میں دورانِ خطاب فرمایا کہ ”ماشاء اللہ! آپ کا گاؤں سبحان کٹوریہ تو مدینۃ العلماء ہے“۔ یہ گاؤں علما، حفاظ، شعراء، اداہ اور باب فضل و کمال کا شروع سے مسکن اور گہوارہ رہا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد منور حسین شاہ نقشبندی، استاذ الاساتذہ، جامع شریعت و طریقت حضرت علامہ مفتی محمد ظل الرحمن رحمۃ ضیائی، حضرت مولانا محمد مصلح الدین صاحب، غلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا حافظ و قاری محمد سہیل احمد رضوی نعیمی، استاذ العلماء حضرت مولانا محمد امام الدین صاحب علیہم الرحمہ اس گاؤں کے آفتاب و مانتاب تھے، جن کی علمی و روحانی تجلیوں سے آج بھی یہ جگہ گرا رہا ہے۔ موجودہ

دور میں بھی یہاں اہل علم کی کثیر تعداد موجود ہے۔ حضرت مولانا خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ اسی علمی خطہ اور علمی گھرانے میں ۸ نومبر ۱۹۴۶ء کو (آدھار کارڈ کے مطابق) پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد امین الدین صاحب علیہ الرحمہ نہ صرف سبحان پور کٹوریہ بلکہ غیر منقسم بھاگل پور کے قد آور علما میں سے تھے، جن کے تلامذہ دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مولانا امام الدین صاحب کی چار صاحب زادیاں اور دو صاحب زادے تھے: (۱) حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب (۲) حضرت مولانا محمد خورشید عالم عزیزی۔ بی بی مریم خاتون مرحومہ مولانا خورشید عزیزی کی والدہ ماجدہ تھیں جو نہایت نیک سیرت، دین دار، خدا ترس اور صوم و صلوة کی پابند تھیں۔ آپ نے اپنے دونوں فرزندوں کو بڑے لاڈ پیار سے پالا اور ان کو بہتر تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔

حضرت مولانا محمد امین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا محمد امین الدین علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید اور متصّل عالم دین تھے۔ مدسہ فیض الغرباء، ضلع آرہ، بہار کے فارغ التحصیل تھے۔ معاشی ضرورت کے پیش نظر اگرچہ آپ اسکول کے ٹیچر بن گئے، لیکن اپنی عالمانہ شاخت اور عالمانہ وقارتا دم حیات باقی رکھا۔ آپ ایک باوقار اور تقویٰ شعار عالم تھے۔ گاؤں کے چھوٹے بڑے سب آپ کی تعظیم و توقیر اور احترام کرتے تھے۔ آپ کے رعب و دبدبہ کا یہ حال تھا کہ لوگ آپ سے کھل کر بات کرنے سے گھبراتے تھے۔ دین دار، علم پرور، صاحب اخلاص و تقویٰ، حق گو اور انصاف پسند انسان تھے۔ قلندرانہ مزاج رکھتے تھے۔ اپنے گاؤں سمیت قرب و جوار کے علاقوں میں آپ نے دین و سنیت اور علم دین کی خوب خوب روشنی پھیلانی اور ہزاروں افراد کو زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ فرمایا۔ اس وقت میرے گاؤں سبحان پور کٹوریہ (ضلع بانکا، بہار) میں تیس، چالیس بلکہ پچاس اور ساٹھ

سال تک کی عمر کے سینکڑوں افراد آپ کے شاگرد اور آپ کے خرمن علم و ادب کے خوشہ چیں ہیں۔ ایک جفا پیشہ معلم اور بے لوث خادم قوم و ملت کی حیثیت سے آپ کی ایک منفرد شناخت ہے۔ دینی معاملے میں آپ اپنے اور بیگانے کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور حق بات ڈنکے کی چوٹ پر کہا کرتے تھے۔ طبیعت میں جلال غالب تھا اور خلافِ شرع امور کا ارتکاب ہوتے دیکھ کر اکثر جلال میں آجایا کرتے تھے اور یہ دراصل آپ کی دینی غیرت اور ملی حمیت تھی، جو حق کے مقابل باطل کو دیکھنا قطعی گورا نہیں کرتی تھی۔ گاؤں کے مشہور بزرگ حضرت نصیب شاہ پیر بابا اور اپنے استاذ حضرت علامہ محمد منور حسین شاہ رحمہما اللہ کے نام سے منسوب ادارہ ”مدرسہ نصیبہ منور العلوم“ کی بنیاد رکھی، جو اپنے زمانہ قیام سے اب تک نو نہالانِ ملتِ اسلامیہ کے دلوں کو نورِ علم سے منور کر رہا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ آپ راقم الحروف کے بھی استاذ ہیں۔ اس فقیر کو آپ سے ناظرۂ قرآن پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے: خیر کم من تعلم القرآن و علمہ یعنی تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے۔ میری طرح آپ نے ہزاروں شاگردوں کو قرآن شریف پڑھا کر ”خیر افرادِ امت“ کے مستحق ہوئے۔ درس و تدریس کے علاوہ آپ نے طویل عرصے تک اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیے ہیں۔

آپ کی دینی و علمی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ جیسے مخلص علما و اساتذہ کی بدولت ہی آج دنیائے اہل سنت میں دین و دانش کا اجالا پھیلا ہوا ہے۔ پوری زندگی دین و مذہب کی خدمت کرتے رہے اور علم کی روشنی پھیلاتے رہے اور بالآخر ۲۰ مئی ۲۰۰۵ء کو انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نقیب اسلام و خطیب عصر حضرت مولانا محمد خورشید عالم فیضی دام ظلہ العالی نے راقم کو بتایا کہ مولانا امام الدین

صاحب مرحوم، محرم الحرام کے موقع پر ہر سال اپنے مدرسے میں ”جشن شہدائے کربلا“ کے نام سے پروگرام کیا کرتے تھے، جس میں شرکت کی مجھے بھی دعوت دیا کرتے تھے۔ پروگرام کے بعد حضرت نے مجھے نذرانہ پیش کیا۔ میں نے عرض کیا: حضور! اس کی کیا ضرورت ہے، آپ کی دعا ہی میرے لیے سب کچھ ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: بیٹا! رکھ لو۔ دین کی خدمت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی ضروری ہے۔ اس واقعہ سے آپ کے جذبہ دینی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ راقم کے زمانہ طالب علمی میں اس وقت جناب مولوی عبد الجبار مرحوم بھی مدرسہ نصیبیہ کے استاذ ہوا کرتے تھے۔ میں نے ان سے اردو کی پہلی، دوسری اور تیسری کتاب پڑھی ہے۔ حضرت مولانا امام الدین کی طرح آپ بھی بڑے سیدھے سادھے، صوفی مزاج، کم گو اور شریف النفس آدمی تھے۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے ہمارے ان دونوں اساتذہ کرام کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام بخشے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

ابتدائی تعلیم و تربیت:

کہتے ہیں کہ والدین کی آغوشِ شفقت بچوں کی پہلی درس گاہ ہے، جہاں سے بچے زندگی و بندگی کا درس لیا کرتے ہیں۔ اب یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ اس درس گاہ میں وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کس انداز میں کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا خورشید عالم عزیزی ایک نامور باپ کے نامور اور سعادت مند فرزند تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا امام الدین صاحب علیہ الرحمہ ایک عظیم عالم دین اور تقویٰ شعار بزرگ تھے۔ والد محترم کی آغوشِ شفقت میں پروان چڑھنے والا فرزند بھی آگے چل کر ایک عظیم عالم اور صاحب تقویٰ بن کر ابھرا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدین سے حاصل کی۔ ناظرہ قرآن اور درس نظامی کی ابتدائی کتابیں مدرسہ خیر المدارس، عمر پور

میں پڑھیں۔ اس وقت اس ادارے میں شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد منور حسین نقشبندی، اتاذ العلماء و الشعراء حضرت مولانا محمد شرف الدین شرف بھاگل پوری، حضرت مولانا محمد مصلح الدین صاحب (محب گرامی حضرت مولانا محمد الیاس احمد فاروقی کے نانا) اور حضرت مولانا محمد ابراہیم ابراہیم بھاگل پوری علیہم الرحمہ بڑے عالمانہ جاہ و جلال کے ساتھ درس دیا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں اساتذہ کرام سے درس نظامی کی ابتدائی کتابوں کا درس لیا۔ شیخ المسلمین حضرت علامہ سید شاہ محمد حسنین رضا قادری رحمانی (سابق سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ، کیری شریف، ضلع بانکا، بہار) اور راقم الحروف کے بڑے ابو حضرت مولانا حافظ وقاری سہیل احمد رضوی نعمی علیہما الرحمہ آپ ہی کے دور میں مدرسہ خیر المدارس، عمر پور میں زیر تعلیم تھے۔ اس طرح یہ دونوں بزرگ آپ کے ہم عصر اور استاد بھائی تھے۔ اس ادارے میں آپ کا زمانہ تعلیم ۱۹۶۰ء کے آس پاس ہے۔

دارالعلوم خیرہ نظامیہ، سہسرام میں داخلہ اور فراغت:

مدرسہ خیر المدارس، عمر پور کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ نے تقریباً ۱۹۶۱ء میں دارالعلوم خیرہ نظامیہ، سہسرام، ضلع روہتاس، بہار میں داخلہ لیا۔ اس وقت یہ تعلیمی ادارہ ہندوستان کے اہم اور مرکزی مدارس میں سے ایک تھا۔ بانی خیرہ اتاذ العلماء حضرت علامہ محمد فرخند علی فرحت سہسرامی کے علاوہ نازش علم و حکمت حضرت علامہ مفتی محمد صدیق صادق سہسرامی، محدث سہسرام حضرت علامہ مفتی ضیاء الحسن ضیا سہسرامی (رفیق خاص حضور مجاہد ملت) اور بقیۃ السلف حضرت علامہ مفتی محمد ظل الرحمن رحمۃ ضیائی بھاگل پوری علیہم الرحمہ کے علم و فضل کا پورے ملک میں شہرہ تھا۔ آخر الذکر تینوں اساتذہ کرام کے علاوہ دارالعلوم خیرہ کے دیگر مدرسین سے آپ نے درس نظامی کے مروجہ علوم و فنون کی کتابیں پڑھ کر ۱۹۶۴ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔

عقد مسنون:

آپ کا نکاح ۲۴ صفر المظفر ۱۳۹۱ھ بروز پیر مطابق ۱۹۷۰ء میں جناب حافظ ڈاکٹر ابوالحسن مرحوم، ساکن سبحان پور کنواریہ کی دختر نیک اختر بی بی قیصر بانو سے ہوا۔ آپ کے استاد گرامی حضرت علامہ مفتی محمد ظل الرحمن رحمۃ ضیائی علیہ الرحمہ نے نکاح پڑھایا۔ والد کی طرح آپ کے خسر محترم بھی بڑے نیک سیرت، صاحب دل، صاحب تقویٰ اور مخلص انسان تھے۔ بڑی ذمہ داری اور لطف و مدارات کے ساتھ لوگوں کا علاج و معالجہ کیا کرتے تھے۔ بچپن میں آپ نے راقم الحروف کا بھی علاج کیا ہے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب تک مریض اچھے طریقے سے ٹھیک نہیں ہو جاتا تھا، آپ مسلسل اس کی خبر گیری کیا کرتے تھے اور حال دریافت کرنے مریض کے گھر آجایا کرتے تھے۔ اب ایسا معالج کہاں دستیاب ہے۔ اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے آمین!

اولاد و صاحب زادگان:

اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو کثیر العیال بنایا ہے۔ آٹھ صاحب زادے اور دو صاحب زادی کی دولت و نعمت عطا فرمائی ہے۔ لیکن مثیبت ایزدی کے مطابق آپ کے چار صاحب زادے یکے بعد دیگرے عین عالم جوانی میں فوت ہو گئے، جس نے آپ کو بلا کر رکھا دیا، لیکن پھر بھی آپ صبر و شکر کا پیکر بنے رہے اور ہمت و استقامت کی چٹان بنے ”مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ“ پر راضی بہ رضا رہے اور کبھی زبان پر شکوہ و شکایت کے الفاظ نہیں لائے۔ خلیفہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، ملک العلماء حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہما الرحمہ نے ”مناقب السادات“ میں ایک جگہ لکھا ہے کہ بیٹے کی موت سے باپ کے دل میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ آپ کے

دل میں یہ سوراخ چار چار بار ہوا، اللہ اکبر! بایں ہمہ اس بارِ غم کو اٹھائے اور سینے میں رنج و الم کا طوفان دبائے محض رضائے مولیٰ کے حصول کی خاطر پوری زندگی دین و مذہب کی خدمت کرتے رہے۔ آپ جیسا صابر و شاکر اب شاید ہی اس گاؤں میں کوئی دیکھنے کو ملے۔ آپ کے جملہ صاحب زادگان اور صاحب زادیوں کے نام یہ ہیں:

(۱) محمد گلزار رضا (۲) مولانا مفتی محمد نعمان رضا برکاتی (۳) محمد رضوان رضا عرف جیلانی (۴) محمد شاہد رضا (۵) مولانا محمد ارشد رضا جمالی (۶) حافظ محمد اختر رضا عرف سبُو (۷) محمد ارشد رضا (۸) محمد دانش رضا (۹) خوشنما نور العین عرف صبوحی (۱۰) رہنما قرۃ العین عرف سمن۔

آپ کے بڑے صاحب زادے برادرِ گرامی جناب محمد گلزار رضا صاحب ڈپلوما انجینئر ہیں۔ پہلے قطر میں رہتے تھے۔ ابھی دہلی میں ملازمت کرتے ہیں۔ والد کی طرح آپ بھی نہایت متین، سنجیدہ، کم گو، پیکرِ حسنِ اخلاق اور مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک ہیں۔ اللہ ان کو سلامت رکھے۔ برادرِ گرامی جناب محمد رضوان رضا عرف جیلانی شکل و شباہت میں اپنے والد محترم کے عکس جمیل ہیں۔ عصری تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ اچھی خاصی دینی معلومات بھی رکھتے ہیں۔ اچھی آواز کے مالک ہیں۔ والد کی طرح حسنِ اخلاق کے پیکر ہیں۔ اس وقت سنتوشی نگر، رائے پور، چھتیس گڑھ میں غوثیہ مسجد کے نائب امام کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ محبِ گرامی حضرت مولانا محمد ارشد رضا جمالی دام ظلہ ایک عالم و فاضل اور بہترین خطیب ہیں۔ بڑی اچھی اور عمدہ تقریر کرتے ہیں۔ اپنے والد اور دادا کے علمی و فکری جانشین ہیں۔ راقم کے مخلص احباب میں سے ہیں۔ والد کی طرح کشادہ قلب، ہنس مکھ اور غریب پرور ہیں۔ راور کیلا، اڑیسہ میں اپنے والد کی جگہ دعوت و تبلیغ اور دین و دانش کی گراں قدر خدمت انجام دے

رہے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ محب گرامی جناب حافظ وقاری محمد اختر رضامرحوم عرف سبزو راقم کے جگری دوست تھے۔ بڑے نیک، خندہ رو، سادہ دل، صوفی مزاج، نماز کے پابند اور خوش الحان حافظ وقاری تھے۔ آواز میں بڑی کشش اور درد تھا۔ جب حدر کے ساتھ قرآن شریف پڑھتے تو طبیعت چل جاتی تھی۔ دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، اڑیسہ میں میرے ساتھ زیر تعلیم تھے۔ اس وقت محب گرامی حضرت مولانا محمد الیاس احمد فاروقی دام ظلہ العالی بھی وہاں زیر تعلیم تھے۔ ہم تینوں کے مابین بڑی گہری دوستی تھی۔ حافظ اختر رضامرحوم تو چھوڑ کر چلے گئے لیکن مولانا الیاس احمد فاروقی آج بھی دوستی کا حق ادا کر رہے ہیں اور زندگی کے ہر موڑ پر ساتھ دے رہے ہیں۔ اللہ اس جذبہ الفت و رفاقت کو سلامت رکھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار میں نے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی شان میں ایک منقبت لکھی تھی۔ مجاہد ملت کے روضے کے سامنے اساتذہ و طلبہ کی موجودگی میں جب حافظ اختر رضامرحوم نے اپنی درد بھری آواز میں یہ منقبت پڑھی تو سب چل اٹھے۔ وہاں کے اساتذہ و طلبہ میں ان کی ایک نمایاں پہچان تھی۔ ہم دونوں کے درمیان بڑی گہری اور مخلصانہ دوستی تھی۔ دارالعلوم مجاہد ملت (دھام نگر) کے احاطے میں واقع احسان بھائی کے ہوٹل میں ہم دونوں اکثر ساتھ جایا کرتے تھے اور ایک کپ چائے میں آدھا کپ وہ اور آدھا میں پیا کرتا تھا۔ سچ پوچھیے تو ان کے اچانک انتقال نے اہل خانہ کے علاوہ مجھے سخت صدمہ پہنچایا۔ دوران طالب علمی میں دارالعلوم تاج المدراس، سمبل پور، اڑیسہ میں ان کا انتقال ہوا۔ ایسے مخلص اور جگری دوست کے بچھڑنے پر آج بھی بہت قلق ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین! ان کے علاوہ مولانا خورشید عالم عریزی کے باقی تینوں فرزندان گرامی محمد شاہد رضا، محمد راشد رضا اور محمد دانش رضا

آپ کی موجودگی ہی میں عین عالم شباب میں داغِ مفارت دے گئے، جس نے اہل خانہ سمیت پورے گاؤں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اللہ ان تینوں کی مغفرت فرمائے۔ آمین!

جناب حافظ محمد کامل رضا، ساکن ڈمراواں، ضلع بانکا آپ کے بڑے داماد ہیں اور محب گرامی حضرت مولانا محمد غالب رضا امجدی آپ کے چھوٹے داماد ہیں، جو عالم کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب تاجر بھی ہیں۔ مولانا غالب رضا میرے درسی ساتھی اور بے تکلف احباب میں سے ہیں۔ بڑے ہنس مکھ، ملنسار، ہمدھی مان اور خوش اخلاق انسان ہیں۔ دارالعلوم تاج المدارس، سمبل پور، اڑیسہ میں مولانا محمد عرفان رضا (سہیل سر)، مولانا غالب رضا اور راقم الحروف تینوں ہم سبق و ہم جماعت تھے۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین شمس بھاگل پوری علیہ الرحمہ سے ہم تینوں نے شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی ”گلستاں“ مکمل پڑھی ہے۔ اللہ رب العزت ان کی تجارت میں خوب خوب برکت عطا فرمائے۔ آمین!

استاذ گرامی حضرت مفتی محمد نعمان رضا برکاتی دام ظلہ العالی:

حضرت علامہ خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ کے جملہ صاحب زادگان ماشاء اللہ! صاحب علم، خلیق، ملنسار اور دین دار ہیں۔ آپ کے منجھلے صاحب زادے استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی محمد نعمان رضا برکاتی دام ظلہ العالی آپ کے علمی و فکری اور روحانی جانشین ہیں۔ والد محترم کی طرح آپ بھی نہایت ہی شریف، متواضع، صاحب تقویٰ، پنج وقتہ نمازوں کے پابند اور صاحب علم و فضل ہیں۔ دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام کے باوقار و رذی استعداد فضلاء میں سے ہیں۔ خوب صورت کے ساتھ نیک سیرت بھی ہیں۔ علم و عمل اور اخلاص کے مثلث ہیں۔ اپنے گاؤں سبحان پور کٹوریہ کے نامور اور قابل اعتماد علما اور مفتیان کرام میں سے ایک ہیں۔ درسِ نظامی کے ایک باصلاحیت مدرس، فقہ و افتا پر گہری نظر رکھنے والے فقیہ مفتی، قابل قدر استاذ، عمدہ خطیب اور سب سے بڑھ کر یہ کہ

ایک عالم باعمل ہیں۔ اس وقت شہر سمبل پور، اڑیسہ کے ایک اسکول میں ٹچر ہیں، لیکن اپنے عالمانہ وقار کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اسکول میں درس و تدریس کے علاوہ سمبل پور اور اس کے قرب و جوار میں دعوت و تبلیغ کا مقدس فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں۔ نہایت مدبر، معاملہ فہم اور ذکی الحس عالم ہیں۔ آپ کی علمی صلاحیتوں کے سبھی معترف و مداح ہیں۔ آپ راقم الحروف کے اتنا ذہبی ہیں۔ جماعت اعدادیہ و اولیٰ کی چند ابتدائی کتابیں مجھے آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کے اندر اپنے والد ماجد کی بہت ساری علمی و روحانی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور صحت و سلامتی والی زندگی بخشے آمین!

اوصاف و کمالات اور دینی و علمی خدمات:

حضرت علامہ خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ متعدد اوصاف و کمالات کے مالک تھے اور آپ کی دینی، ملی، علمی، مسلکی، قومی اور سماجی خدمات قابل قدر ہیں۔ آپ کی زندگی میں بندگی کا عنصر غالب ہے اور اس بندگی کے مختلف رنگ و روپ ہیں اور ہر رنگ اتنا گہرا اور نکھرا ہوا ہے کہ انصاف پسند انسان اور انسانی وجدان پکار اٹھتا ہے کہ ”از فرق تباہ قدم ہر کجا کہ می نگرم: کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایس جا است“۔ آپ کے چند نمایاں اوصاف و کمالات ندرت قرار دین ہیں۔

عالم ربانی:

آپ کے اوصاف و کمالات میں جو وصف اور خوبی سب سے نمایاں ہے، وہ یہ کہ آپ نہ صرف یہ کہ ایک باصلاحیت عالم تھے، بلکہ عالم باعمل اور ”عالم ربانی“ تھے۔ سینکڑوں علما کی بھیڑ میں عالم ربانی کم افراد ہی ملتے ہیں۔ عالم ربانی کا مطلب اور مفہوم آسان لفظوں میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ ”عالم ربانی وہ ہے جو رب والا ہو اور اللہ والا

ہو۔ قرآن مقدس میں ”عالم ربانی“ معلم کتاب اور صاحب درس کو کہا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَ النَّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ۔

ترجمہ: کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے بن جاؤ بلکہ وہ یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ، کیوں کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور اس لیے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے ہو۔ اس آیت میں مذکور لفظ ”ربانیین“ کے متعلق مفسر جلیل حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و الربانی هو المنسوب إلى من كان بالصفة التي وصفْتُ، و كان العالم بالفقه و الحكمة من المصلحين أمور الناس بتعليمه إياهم الخير و دعائهم إلى ما فيه مصلحتهم و كان كذلك الحكيم التقى لله كانوا جميعا مستحقين أنهم ممن دخل في قوله عز و جل: وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِينَ۔ فالربانيون إذن هم عماد الناس في الفقه و العلم و أمور الدين و الدنيا و لذلك قال مجاهد: و هم فوق الأخبار . لأنَّ الأخبار هم العلماء، و العالم الرباني هو الجامع إلى العلم و الفقه و البصير بالسياسة و التدبير و القيام بأمور الرعية و ما يصلحهم في دنياهم و دينهم۔

(تفسیر الطبری، جلد: ۵، ص: ۵۳۰/۵۳۱، مطبوعہ: مرکز الجوث و الدراسات العربیة و الاسلامیة، مدینہ منورہ)

ترجمہ: حضرت امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم

ربانی وہ ہے جو ان تمام صفات سے متصف ہو جو ہم نے بیان کیا۔ یعنی عالم ربانی وہ ہے جو فقہ و حکمت کا علم رکھتا ہو اور حسین امت میں سے ہو۔ علاوہ ازیں وہ لوگوں کے معاملات کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتا ہو۔ انہیں خیر کی تعلیم دیتا ہو اور انہیں اس چیز کی طرف بلاتا ہو جس میں ان کے لیے بھلائی پوشیدہ ہے۔ نیز وہ حکمت والا اور اللہ سے ڈرنے والا ہو... گویا عالم ربانی، علم و فقہ اور دینی و دنیاوی امور میں لوگوں کے لیے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علمائے ربانین کا مقام احبار سے بھی بلند و بالا ہے۔ احبار، علما ہوتے ہیں، جب کہ عالم ربانی ایک ایسی جامع الصفات شخصیت کا نام ہے جس میں علم و فقہ کے ساتھ سیاسی بصیرت اور لوگوں کے دینی و دنیاوی معاملات بحسن و خوبی انجام دینے کی صلاحیت موجود ہو۔

مذکورہ بالا اقتباس کی روشنی میں جب ہم علامہ خورشید عالم عریزی کی کتاب زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ ہمیں بہر گام ”عالم ربانی“ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ آپ واقعی عالم ربانی یعنی اللہ والے عالم دین تھے۔ آپ کی پوری زندگی قرآن و حدیث اور کتاب و سنت کے مطابق بسر ہوئی۔ قرآن کی تلاوت، قرآنی احکام پر عمل، قرآن کی تعلیم، غرض کہ آپ کی سیرت و شخصیت پوری طرح قرآنی ہدایات کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ علم و عمل اور اخلاص، یہ تینوں چیزیں جس انسان کے اندر جمع ہو جائیں، سمجھو وہ مومن کامل، عالم کامل اور عالم ربانی ہے۔ راقم الحروف اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپ صاحب علم بھی تھے اور صاحب عمل بھی، صاحب اخلاص و تقویٰ بھی تھے اور صاحب فکر و بصیرت بھی۔ معلم و مبلغ بھی تھے اور صاحب رشد و ہدایت بھی۔ آپ تادم حیات درس و تدریس، وعظ و خطابت اور اصلاح معاشرہ کا مقدس فریضہ انجام دیتے رہے اور لوگوں کے دینی و دنیاوی امور و معاملات کی انجام دہی میں مصروف رہے۔ راور کیلا

(اڑیسہ) کی بنجر زمین کو اپنے خونِ جگر سے سینچنے والے اس مردِ قلندر کو وہاں کی سرزمین کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

زہد و تقویٰ:

اللہ رب العزت اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ یعنی اللہ کے نزدیک سب سے معزز و محترم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ تقویٰ عربی زبان کا لفظ ہے اور ”وقایہ“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بچنے کے آتے ہیں۔ گناہوں سے بچنا تقویٰ کی حقیقت ہے۔ اصطلاح شرع میں اوامر کو بجالاتے ہوئے منہیات سے باز رہنے کا نام ”تقویٰ“ ہے اور یہ تقویٰ کی سب سے جامع و مانع تعریف ہے۔ تقویٰ کی توضیح و تشریح میں علمائے کرام و مشائخ عظام کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ ہو۔ اس کا ذکر کیا جائے کہ نسیان نہ ہو اور اللہ عز و جل کا شکر ادا کیا جائے کہ اس کی ناشکری نہ ہو۔ حضرت علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے تقویٰ کی تعریف ”الحشیۃ“ سے کی ہے۔ یعنی تقویٰ خشیتِ الہی اور خوفِ خداوندی کا نام ہے۔ باب العلم حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ سے ”تقویٰ“ کی تشریح اس طرح منقول ہے: تقویٰ اللہ بزرگ و برتر سے ڈرنے اور قرآن و سنت پر عمل کرنے اور دارِ آخرت کی تیاری کا نام ہے۔ جو اس طرح کرتا ہے اس نے حقیقت میں تقویٰ اختیار کیا ہے۔ حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے تقویٰ کی وضاحت اپنے رسالہ میں اس طرح کی ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بچنے یعنی یادِ الہی میں ہمہ تن منہمک و مستغرق رہنے کا نام تقویٰ ہے۔ جلیل القدر محدث حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دنیا اور آفاتِ دنیا سے بچنا تقویٰ ہے۔

شہر بھاگل پور و بانکا کے صوفیائے کرام اور پرہیزگار علمائے عظام میں ایک اہم نام صوفی باصفا حضرت علامہ خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔ آپ کے عالم با عمل اور عالم ربانی ہونے پر اہل علم اور عوام کا اتفاق ہے۔ اپنے استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی محمد خلل الرحمن ضیائی علیہ الرحمہ کے بعد آپ اپنے گاؤں کے سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار عالم دین تھے۔ آپ کا زہد و تقویٰ، طہارت و پاکیزگی اور عفت و پارسائی مسلم ہے۔ آپ پوری زندگی دامن تقویٰ کو مضبوطی سے تھامے رہے اور شریعت کے احکام و اوامر کو بجالاتے ہوئے ممنوعات شرعیہ و منہیات دینیہ سے دور و نفور رہے۔ غیبت، چغلی، جھوٹ، مکر و فریب، کبر و غرور، ریا و سمعہ، حد، کینہ، نفرت و عداوت اور بغض جیسی برائیوں سے ہمیشہ خود کو بچائے رکھا۔ وطن عزیز سبحان پور کٹورہ یہ یار اور کیلا کا ایک فرد یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے کبھی شریعت مطہرہ کے احکام و قوانین کی دانستہ خلاف ورزی کی ہے یا قصد انماز چھوڑی ہے، کسی کا حق مارا ہے یا کسی کا دل دکھایا ہے۔ تقویٰ، جو خشیت الہی اور دنیاوی آفات سے بچنے کا نام ہے، آپ پوری زندگی آفات دنیا، آفات زبان اور آفات قلب سے بچتے رہے۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و مستحبات، تلاوت کلام اللہ اور اوراد و وظائف پر سختی کے ساتھ عمل پیرا رہے۔ انبیائے کرام گناہوں سے معصوم اور اولیائے عظام گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہا کرتے ہیں۔ آپ ان علمائے مخلصین و اتقیائے کاملین میں سے تھے، جن کے دامن حیات پر گناہوں کے داغ دھبے دور دور تک نظر نہیں آتے۔ حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کے علاوہ صدق مقال اور اکل حلال تقویٰ کے لیے امر لازمی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پامال کرنے والا شخص کبھی متقی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حرام مال کھانے والا اور جھوٹ بولنے والا دنیا لحاظ سے کتنا ہی بڑا علامۃ الدہر ہو جائے، لیکن عند

اللہ وعندہ الشرع مغضوب و مردود اور دائرہ تقویٰ سے خارج ہے۔ حضرت مولانا خورشید عالم عریزی کی زندگی کا یہ رخ بھی بڑا تابناک اور قابل رشک ہے۔ آپ از اول تا آخر متقی تھے۔ زندگی کے ہر موڑ پر آپ نے حقوق اللہ و حقوق اللہ کی حفاظت کی اور اکل حلال و صدق مقال کی خوبیوں سے آراستہ رہے۔ سچ پوچھیے تو آپ کی پیاری صورت اور پاکیزہ طرز زندگی کو دیکھ کر اسلاف کرام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

شرافت و کم گوئی:

راقم الحروف کی طرح ہزاروں عوام و خواص اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ نہایت شریف، کم گو اور صوفیانہ مزاج رکھنے والے عالم تھے۔ آپ لوگوں کی گفتگو غور سے سماعت کرتے اور ضرورت کے مطابق ہی گفتگو فرماتے۔ میں نے اپنی زندگی میں آپ کو کبھی قہقہہ لگاتے نہیں دیکھا اور نہ بلند آواز میں بات کرتے ہوئے دیکھا۔ سنت کے مطابق تبسم فرماتے اور ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرتے۔ خاکساری و عاجزی کے پیکر تھے۔ آپ کی شرافت اور منکسر المزاجی مشہور ہے۔ نام و نمود، فخر و مباہات، غرور، تکبر اور ریاکاری جیسی غلاظتوں اور مہلک بیماریوں سے آپ محفوظ تھے۔ آپ کی شرافت و بزرگی کا یہ پہلو بھی کافی اہم ہے کہ آپ کو کبھی کسی سے لڑتے جھگڑتے یا زبان پر گندے اور مکروہ الفاظ لاتے نہیں دیکھا گیا۔ ہمیشہ مہذب، شائستہ اور سنجیدہ لب و لہجے میں گفتگو کیا کرتے۔ آپ کی ایک تقریر میں نے بھی سنی ہے۔ آج کے مقرروں کی طرح چیخ و پکار اور شعلہ بیانی کے بجائے نہایت آسان اور سادہ انداز میں تقریر کیا کرتے تھے۔ آیت کریمہ: **وَالْكَاطِمِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ**۔ کے آپ عملی نمونہ تھے۔ طبیعت میں خود داری اور سنجیدہ مزاجی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ **”الْمُؤْمِنُ غَرَّ كَرِيمٌ وَالْفَاجِرُ خَبٌ لَّئِيمٌ“** یعنی مومن بھولا

بھالا اور شریف ہوتا ہے اور کافر و فاجر فساد اور کمینہ ہوتا ہے۔ اس حدیث کے مطابق آپ مومن کامل تھے۔ کیوں کہ آپ نہایت شریف اور بھولی طبیعت کے مالک تھے۔ آپ کی شرافت و بزرگی اور کم گوئی و بے نفسی کی قسمیں کھائی جاسکتی ہیں۔

حسن اخلاق:

علم و عمل اور اخلاص و تقویٰ کے بعد انسان کی کتاب زندگی کا سب سے زریں اور خوب صورت باب ”حسن اخلاق“ کا ہوا کرتا ہے۔ انسان کے فتراک حیات میں سب کچھ ہو، لیکن حسن اخلاق نہ ہو تو سمجھو کچھ بھی نہیں۔ کہتے ہیں کہ صورت کی کمی کو سیرت پوری کر دیتی ہے، لیکن سیرت و کردار اور حسن اخلاق کی کمی کو ظاہری خوب صورتی پورا نہیں کر پاتی۔ حسن اخلاق کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بعثت لاتم مکارم الاخلاق میں حسن اخلاق کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے آیا ہوں۔ نیز فرمانِ رسول ﷺ ہے: ان من خيارکم احسنکم اخلاقاً۔ یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ ایک حدیث میں یہاں تک کہ فرمایا گیا کہ کل قیامت کے دن مومن کے نامہ اعمال میں سب سے وزنی عمل اور بھاری نیکی اس کا حسن اخلاق ہوگا۔ جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے: ان اثقل شئی یوضع فی میزان المومن یوم القيامة خلق حسن۔ نیز اسی مشکوٰۃ المصابیح میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ مومن حسن اخلاق کے سبب قائم اللیل اور صائم النہار کا درجہ پالیتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، حدیث نمبر: ۵۰۸۱ / ۵۰۸۲، ص: ۲۲۹، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ کا اخلاق و کردار بے مثال تھا۔ آپ

کے حسن اخلاق کے سب گرویدہ تھے۔ خندہ روئی، شگفتہ مزاجی، نرم گفتاری، کشادہ قلبی، بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں پر شفقت، صلہ رحمی، غزب پوری اور اصغر نوازی، یہ ساری چیزیں آپ کے حسن اخلاق کے قابل رشک نمونے ہیں۔ آپ جتنے بڑے عالم و متقی اور صوفی و زاہد تھے، اتنے ہی بڑے غلیظ، متواضع، ہیکس المزاج اور ملنسار بھی تھے۔ سادگی و عاجزی کے پیکر تھے۔ کبر و نخوت اور غرور و تکبر سے آپ کا دامن حیات پاک تھا۔ آج دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ کچھ کتابیں پڑھ کر نہایت مغرور ہو جاتے ہیں اور خود کو علامۃ الدہر سمجھنے لگتے ہیں اور اخلاقی گراؤ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ معمولی باتوں پر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ لیکن آپ حسن اخلاق کے ایک خاموش سمندر تھے، جس میں سکون اور ٹھہراؤ تھا۔ نہ نام و نمود کی طلب اور نہ جاہ و منصب کی خواہش۔ بس ایک دھن تھی کہ کس طرح دین و مذہب کی خدمت کی جائے اور ملک و معاشرہ میں علم کی روشنی پھیلائی جائے۔ آپ کے اندر یہ کردار اپنے اساتذہ کرام اور بالخصوص اپنے والد محترم کی علمی و روحانی صحبتوں سے پیدا ہوا تھا۔ آپ کے حسن اخلاق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج تک آپ کی زبان سے گالی گلوچ یا گندے اور مکروہ الفاظ نہیں سنے گئے اور نہ آپ کو کسی سے بحث و تکرار کرتے دیکھا گیا۔ سب کچھ ہونے کے باوجود ہمیشہ خود کو عاجز و کمترین اور حقیر سمجھتے رہے۔ راور کیلا، اڑیسہ میں ایک شخص بار بار آپ سے گزارش کرتا رہا کہ مجھے اور میرے گھر کے افراد کو مرید کر لیں، لیکن قربان جائیے اس عاجزی و بے نفسی پر آپ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ میں ابھی اس لائق نہیں ہوا ہوں۔ آپ کے حسن اخلاق سے متعلق درجنوں واقعات لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں۔

آپ کے اندر جو روحانی و انسانی خوبیاں تھیں، وہ دراصل آپ کے حسن اخلاق کا نتیجہ ہیں۔ بلا مبالغہ آپ کی زندگی ایک تقویٰ شعار اور قابل رشک زندگی تھی۔ دعوت و تبلیغ کی

راہوں میں آپ کو بہت سارے مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا، لیکن ان تک نہ کیا اور بیکار حسنِ اخلاق بنے پوری محنت و اخلاص کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف قدم آگے بڑھاتے رہے اور بالآخر منزلِ مقصود تک پہنچے۔ حضرت مفتی ظل الرحمن ضیائی علیہ الرحمہ کے بعد سرزمینِ سبحان پور کنواریہ (ضلع بانکا) کے سب سے معمر اور تقویٰ شعار عالمِ دین آپ ہی تھے۔ راقم الحروف طفیل احمد مصباحی نے اپنے گاؤں میں مفتی صاحب کے بعد سب سے کم گو، خلیق، کریم، شریف النفس، خاموش مزاج اور صاحبِ زہد و تقویٰ عالم آپ ہی کو پایا ہے۔ آج ایسی خوبیوں کے مالک افراد انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سخاوت و فیاضی، صدقہ و خیرات اور غریبوں کی مدد:

ایذائے مسلم حرام ہے اور تالیفِ قلب مومن عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدقہ و خیرات اور غریبوں کی مدد کے علاوہ اپنے قول و عمل، حسن سلوک، خندہ روئی اور اچھے برتاؤ سے کسی مسلم بھائی کا دل خوش کر دینا بڑا ثواب کا کام ہے۔ اس حوالے سے چند فکر انگیز احادیث ملاحظہ کریں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من أدخل علی أهل بیت من المسلمین سرورًا، لم یرض الله له ثوابًا دون الجنة یعنی جس نے کسی مسلمان کے گھر میں خوشی داخل کی، اللہ رب العزت اس کے لیے جنت سے کم کسی ثواب پر راضی نہ ہوگا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، المجلد السابع، ص: ۲۸۹، مطبوعہ: دار الحرمین، قاہرہ، مصر)

امام حافظ عبد العظیم منذری علیہ الرحمہ (متوفی: ۶۵۶ھ) اپنی مایہ ناز تصنیف ”الترغیب والترہیب“ میں حدیث نقل فرماتے ہیں: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

آن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن أحب الأعمال إلى الله تعالى بعد الفرائض إدخال السرور على المسلم۔ (فرائض کے بعد افضل ترین عمل یہ ہے کہ کسی مسلم کے دل میں (اچھا سلوک کر کے یا اس کی مدد کر کے) خوشی داخل کی جائے۔ (الترغیب والترہیب، الجزء الثالث، ص: ۲۶۵؛ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان) نیز حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إن من موجبات المغفرة إدخالك السرور على أخيك المسلم۔ تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے دل کو خوش کر دینا مغفرت کے اسباب میں سے ہے۔

(الترغیب والترہیب، الجزء الثالث، ص: ۲۶۵؛ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا کہ سب سے بہتر اور افضل عمل کیا ہے تو آپ نے فرمایا: أفضل الاعمال إدخال السرور على مؤمن كسوت عورتہ أو أشبعت جوعته، أو قضيت له حاجة کسی مومن کو کپڑا پہنا کر، کھانا کھلا کر یا اس کی ضرورت پوری کر کے خوش کر دینا افضل اور بہترین عمل ہے۔

(الترغیب والترہیب، الجزء الثالث، ص: ۲۶۵؛ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت) حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی بندہ مومن اپنے بھائی کو خوش کر دیتا ہے اور اس کے دل میں خوشیاں ڈال دیتا ہے تو اللہ رب العزت اس سرور (خوشی) سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو اس کی حمد و ثنائیاں کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ شخص انتقال کر جاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کی قبر میں داخل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے: آپ کون ہیں۔ وہ فرشتہ

جواب دیتا ہے کہ میں وہ خوشی ہوں جو تو نے فلاں بندے کے دل میں داخل کیا تھا۔ آج میں تیرا منس و غم خوار ہوں۔ قبر سے تیری وحشت کو دور کروں گا۔ تیرے حق میں حجت اور گواہ بنوں گا اور قولِ ثابت (کلمہ طیبہ) سے تجھے ثابت قدم رکھوں گا۔ اللہ رب العزت سے تیری شفاعت کراؤں گا اور اور جنت میں تیرا ٹھکانہ بناؤں گا۔ سبحان اللہ! کیا ہی پیاری حدیث ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین! یہ حدیث ”الترغیب والترہیب، جلد ثالث، ص: ۲۶۶، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت میں موجود ہے۔

اسی طرح اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا بھی صدقہ کرنے کے برابر عمل ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل معروف صدقة وإن من المعروف أن تلقى أخاك بوجه طلق وأن تفرغ من دلوك في إناء أخيك. (جامع الترمذی، باب ما جاء في طلاق الوجه وحسن البشر، حدیث نمبر: ۱۹۷۰، جلد سوم، ص: ۵۱۶، ۵۱۵، مطبوعہ: دار الغرب الاسلامی، بیروت)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر بھلائی صدقہ ہے اور بھلائی یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے خوش مزاجی کے ساتھ ملو اور اپنے ڈول سے اس کے ڈول میں پانی ڈال دو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف مال ہی خرچ کرنا صدقہ نہیں، بلکہ ہر نیکی صدقہ ہے، چنانچہ اپنے ڈول سے دوسرے بھائی کے ڈول میں کچھ پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے اور دوسرے مسلمان بھائی کے سامنے مسکرایا بھی صدقہ ہے۔

مذکورہ بالا احادیث طیبہ کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم مولانا خورشید عالم عریزی

کی پاکیزہ زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی ان احادیث کی آئینہ دار تھی۔ صدقہ و خیرات اور مالی امداد کے ذریعے آپ کی پوری زندگی لوگوں کی دل جوئی کرنے، ان کے دلوں میں خوشیاں ڈالنے اور غریب و مساکین کی مدد کرنے میں گزری۔ آپ کے اندریوں تو بہت ساری خوبیاں تھیں، لیکن آپ کی دو خوبی بڑی مشہور اور نمایاں ہے۔ اول: نماز کی پابندی، دوم: سخاوت و فیاضی اور غریبوں کی مدد۔ آپ کی سخاوت و فیاضی بے مثال ہے۔ اسی طرح آپ کی غربا پروری اور مساکین نوازی قابل رشک اور لائق تعریف ہے۔ دینی، علمی اور فلاحی کاموں سے خصوصی دلچسپی رکھنے کے علاوہ آپ پوری زندگی خدمتِ خلق میں پیش پیش رہے۔ سینکڑوں افراد آپ کی سخاوت و فیاضی سے مالا مال ہوئے۔ گورنمنٹ سروس سے ریٹائر ہونے کے بعد حکومت کی طرف سے جو پینشن ملتا، وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے بجائے مسجد و مدرسہ اور غریب و مساکین پر خرچ کر دیتے۔ آپ کا یہ طریقہ بندگی نہ صرف عوام بلکہ خواص (علمائے کرام) کے لیے بھی نمونہ عمل ہے۔

جناب ماسٹر محمد شہاب الدین صاحب (ٹیچر مدرسہ حبیبیہ سیکٹر ۱۵، راور کیلا) نے راقم الحروف کو بتایا کہ حضرت مولانا خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ کی ہر بات بے مثال ہے۔ آپ کی وجہ سے راور کیلا اور اس کے قرب و جوار میں دین و سنیت مضبوط ہوئی۔ آپ نے پوری زندگی دین کی تبلیغ کی اور علم کی روشنی پھیلائی۔ آپ عظیم عالم دین تھے۔ آپ کا اخلاق اور تقویٰ بھی بے مثال تھا۔ سرکاری ریکارڈ کے مطابق آپ ۱۹۶۴ء میں راور کیلا سیکٹر ۱۵ (سند گڑھ، اڑیسہ) تشریف لائے اور یہاں تبلیغ دین اور فروغِ علم کا بڑا کام کیا۔ آپ نے تنظیم اہل سنت مدرسہ حبیبیہ اور مسجد الحبیب قائم کیا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ حبیبیہ کو میں نے اپنا خون جگر پایا ہے۔ مرنے کے بعد میری

روح یہاں موجود رہے گی۔ اسی طرح آزاد بستی سیکٹر: ۲۰ راور کیلا میں آپ نے مدرسہ مجاہد ملت اور مجاہد ملت مسجد تعمیر کی اور اس کی تعمیر میں اپنی جیب خاص سے اچھی خاصی رقم لگائی اور آخر دم تک ان دونوں کی نگرانی و سرپرستی فرماتے رہے۔ پان پوش، راور کیلا میں ابوسفیان رضا جامع مسجد اور مدرسہ کی تعمیر میں بھی آپ نے اپنی طرف سے بھرپور تعاون پیش کیا۔ اسی طرح حضرت نے اپنے گاؤں کی دونوں مسجد میں بھی کثیر رقم صرف کیا۔ حضرت کے حکم سے وہ رقم میں خود راور کیلا سے بھیجا کرتا تھا۔ اسی طرح راور کیلا کے ہارون انصاری نام کے ایک شخص کی بچی جس کا نام ہاجرہ تھا اور وہ حضرت کی شاگردہ بھی تھی، جب وہ کڈنی کے مرض میں شدید بیمار ہوئی تو آپ نے اس کی بہت زیادہ مدد کی۔ جب تک وہ بچی باحیات اور زیر علاج رہی آپ اس کی مدد کرتے رہے اور اپنے معتقدین سے بھی تعاون کراتے رہے۔ غرض کہ خدمتِ خلق میں آپ ہمیشہ آگے رہے۔ بہت سارے غریب لوگوں کے کفن کا انتظام فرمایا۔

خطیب عصر حضرت مولانا محمد خورشید عالم ضیائی دام ظلہ العالی نے دورانِ گفتگو ایک بار راقم الحروف سے برجستہ کہا کہ نہ صرف سبحان پور کٹوریہ، بلکہ پورے شہر بھاگل پور و بانکا میں علما میں سے کوئی بھی فرد آپ سے زیادہ سخی، غریب پرور اور راہِ خدا میں مال و دولت لٹانے والا میری نظر سے نہیں گذرا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ نہایت سخی، فیاض اور غربا و مساکین کے حاجت روا تھے۔ کوئی بھی پریشان حال شخص آپ کے پاس اپنی دکھ بھری کہانی سناتا اور مدد کی درخواست کرتا، آپ فوراً اس کی مدد کرتے۔ خود بھی ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے اور اہل خیر حضرات سے بھی مدد کرواتے۔ ابھی ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے کہ میری ایک بھتیجی کی شادی تھی۔ آپ اس وقت بیمار چل رہے تھے۔ میں نے آپ کے صاحب زادے محب گرامی حضرت مولانا محمد ارشد رضا جمالی

کوفون کیا اور بتایا کہ ایسی ایسی بات ہے، آپ اباحضور سے اس غریب بچی کی مالی مدد کی درخواست کریں۔ چنانچہ جب مولانا رشد نے اپنے والد ماجد سے اس امر کی گزارش کی تو آپ نے فوراً پانچ ہزار روپے میرے چچا زاد بھائی کے گھر بھیجوا دیا۔ غرض کہ غریبوں کی مدد اور صدقہ و خیرات کے معاملے میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ متعدد مساجد اور مدارس کی تعمیر و تزئین میں آپ نے دل کھول کر حصہ لیا۔ سبحان پورکٹوریہ اور راور کیلا، اڑیسہ کے سینکڑوں افراد آپ کے خوان کرم سے فیضیاب ہوئے۔

مدرسہ حبیبیہ، راور کیلا سیکڑ ۱۵ کا قیام:

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبالؒ نے کیا ہی پیاری بات کہی ہے:

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو

رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

نقطہ پر کارِ حق، مردِ خدا کا یقین

اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

حضرت مولانا خورشید عالم عریزیؒ کی پچھتر سالہ زندگی ڈاکٹر اقبالؒ کے مذکورہ چار مصرعوں کے ارد گرد گھومتی ہے اور وہ یہ کہ آپ پوری زندگی ”نرم دم گفتگو“ اور ”گرم دم جستجو“ کی مثال بنے رہے اور اپنے ہاتھوں میں اذعان و یقین کی شمع لیے وہم و گمان اور طلسم و مجاز کی ظلمتوں کا سینہ چاک کر کے سفرِ حیات طے کرتے رہے اور بالآخر اپنے خالق و مالک سے جا ملے۔ آپ کی زندگی میں ”گرم دم جستجو“ اور ”پاک دلی و پاک بازی“ کی گہری چھاپ دیکھنے کو ملتی ہے۔ عبادت و ریاضت، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، امامت و خطابت، تعلیم و تلقین، ذکر و اذکار، اوراد و وظائف، تلاوت قرآن مجید، صدقہ و خیرات، غربا پروری، مساکین نوازی اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی، یہ

ساری چیزیں ”گرم دم جتو“ کے عملی مظاہر تھیں۔ عبادت و ریاضت کے معاملے میں پیرانہ سالی اور ضعف و نقاہت کے باوجود آپ ”گرم دم جتو“ کی انوکھی مثال بنے نظر آئے۔ آپ کی دینی و ملی اور علمی خدمات نصف صدی سے زائد عرصے کو محیط ہیں۔ جلالتہ العلم حضور حافظ مملت، مناظر اہل سنت حضور مجاہد مملت، حضرت علامہ مفتی محمد صدیق صادق سہسرامی، محدث سہسرام حضرت علامہ مفتی ضیاء الحسن سہسرامی اور حضرت علامہ مفتی محمد نعل الرحمن رحمت ضیائی علیہم الرحمہ کی علمی و روحانی صحبتوں سے اکتساب فیض کرنے والے اس جلیل القدر عالم کے دینی و علمی کارنامے آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ طلبہ علوم نبویہ کی تعلیم و تربیت، دین متین کی خدمت، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت یہی آپ کے مشاغل حیات اور مقاصد حیات تھے، جن پر آپ تادم حیات کار بند رہے۔ تنظیم اہل سنت مدرسہ حبیبیہ اور مسجد حبیبی سیکٹر: ۱۵ راور اور کیلا، ضلع سندھ گڑھ، اڈیسہ کا قیام بھی آپ کے ”گرم دم جتو“ کا نتیجہ ہے۔ آپ بغرض تدریس و تبلیغ ۱۹۶۴ء میں راور کیلا، اڈیسہ تشریف لے گئے۔ علم دین کے فروغ اور مذہب و مملت کی ترویج و اشاعت کے لیے آپ نے ۱۹۶۸ء میں ”مدرسہ حبیبیہ“ قائم کیا، جس کی سنگ بنیاد سلطان المناظرین، رئیس اعظم اڈیسہ حضور مجاہد مملت علیہ الرحمہ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھی۔ اسی ادارے سے متصل ”مسجد حبیب“ کا قیام و استحکام بھی آپ کے دینی و ملی اور تعمیری کارناموں کی روشن مثال ہے۔ کہتے ہیں کہ مکان بنانے سے زیادہ اہم اس کو آباد رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کی حفاظت و استحکام کے لیے آپ نے اپنی پوری توانائی صرف کردی اور اپنی مساعی جمیلہ سے اس کو ریاست اڈیسہ کا ایک معیاری ادارہ بنادیا۔ آپ اس تعلیمی ادارے کے بانی بھی تھے اور مہتمم و سربراہ بھی۔ آپ نے اپنے خون جگر سے اس چمنستان علم و حکمت کو سینچا اور ایک جفاکش مالی کی طرح اس کو پروان چڑھایا۔

آپ کے بے مثال دینی و علمی کارناموں میں سے آپ کا یہ ایک عظیم اثنان کارنامہ ہے۔ جناب ماسٹر محمد شہاب الدین صاحب (ساکن راورکیلا، آریسہ) نے مجھے بتایا کہ حضرت مولانا خورشید عالم عزیزی صاحب اکثراً فرمایا کرتے تھے کہ میں دنیا سے چلا بھی جاؤں گا تو میری روح مدرسہ حبیبیہ میں آباد رہے گی اور اس کی حفاظت و نگرانی کرتی رہے گی۔ آپ جلالتہ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمہ کے مرید صادق تھے۔ آپ کو اپنے پیرومرشد اور آپ کے قائم کردہ مشہور علمی ادارہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ آپ ہر سال عرس حافظ ملت میں شرکت کی غرض سے مبارک پور تشریف لے جاتے۔ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا مالی تعاون کرتے اور ہر سال ”اشرفیہ کلینڈر“ سوڈیٹھ سو کی تعداد میں خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کرتے۔ راقم الحروف جب تک ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور میں خدمت کرتا رہا، آپ میرے توسط سے ہی اشرفیہ کلینڈر منگوایا کرتے تھے۔ غرض کہ دعوت و تبلیغ، خدمت خلق، فروغ علم دین اور رفاہی کاموں سے آپ کی زندگی بھری پڑی ہے۔ ایسے مخلص اور بے لوث خادم دین و ملت کبھی کبھی اور کہیں کہیں پیدا ہوا کرتے ہیں۔

اجازت و خلافت:

حضرت مولانا خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ کی کامیاب روحانی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے خود کو نام و نمود اور شہرت و ناموری سے ہمیشہ دور رکھا اور اپنی تہہ دار علمی و روحانی شخصیت کو چھپائے رکھا۔ حضور حافظ ملت و حضور مجاہد ملت علیہما الرحمہ جیسے قدر آور علما و مشائخ سے آپ کو قربت حاصل رہی۔ اگر آپ چاہتے تو ان بزرگوں سے خلافت و اجازت حاصل کر کے پیری مریدی کا پیشہ اختیار کر لیتے اور شاہانہ زندگی گزارتے، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا اور اپنے اسلاف کرام کی روش کو اپناتے

ہوئے دینی علمی خدمات انجام دینے کو ترجیح دی، جو ہمارے بزرگوں کا خاص وطیرہ رہا ہے۔ لیکن ”حق بحق دارسید“ بھی تو کوئی چیز ہے۔ آپ کی صوفیانہ طرز حیات اور تقویٰ شعار زندگی اس بات کی مستحق تھی کہ بزرگوں کی امانت وراثت آپ تک منتقل ہو اور آپ کی قامتِ زیبا پر ”خلافت و اجازت“ کا لباس سجایا جائے۔ ۱۳/ جون ۲۰۲۱ء، مطابق ۲/ ذی قعدہ ۱۴۴۲ھ کو خلیفہ حضور مجاہد ملت حضرت مولانا حافظ محمد نافع حسین جیبی دام ظلہ العالی (ضلع بھدرک، اڑیسہ) نے آپ کو سلسلہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ حمیدیہ رضویہ حبیبیہ میں اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اس طرح آپ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی روحانی صحبتوں سے مستفید ہونے کے علاوہ ان کے خلیفہ سے نعمتِ خلافت حاصل کر کے ”جیبی و عزیزی فیضان“ سے مالا مال ہوئے۔

وصال پر ملال:

۴/ رجب المرجب ۱۴۴۵ھ/ مطابق ۱۷/ جنوری ۲۰۲۴ء، بروز سہ شنبہ بوقت ڈھائی بجے شب آپ کا وصال پڑ ملا ہوا۔ نمازِ جنازہ آپ کے ماما زاد بھائی اور ساڑھو حضرت مولانا محمد شمیم احمد ضیائی دام ظلہ العالی (خطیب و امام جامع مسجد گلٹی، ضلع بردوان، بنگال) نے پڑھائی اور اپنے گاؤں کے اتر ٹولہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔ اللہ رب العزت حضراتِ پنجتن پاک کے صدقے آپ کی دینی و ملی علمی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام بخشے۔ آمین!



علمائے کرام کے تاثرات

عمدة المدرین حضرت علامہ محمد اصغر علی مصباحی دام ظلہ العالی
و اُس پر نیل دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، ضلع جھدرک، اڑیسہ

حضرت علامہ خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ ایک بزرگ عالم دین، متقی و
پرہیزگار، صوفی مزاج اور مخلص انسان تھے۔ آپ نے پوری زندگی نہایت خاموشی اور
اخلاص و اللہیت کے ساتھ دینی علمی خدمات انجام دیں۔ اپنے علم و فضل سے ہزاروں
شاگردوں اور معتقدوں کو فیضیاب کیا۔ آپ ایک طویل عرصے سے رئیس اعظم اڈیشا
حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ حبیبیہ سیکٹر ۱۵/۱ اور کیلا، ضلع سندرگڑھ،
اڈیشا میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ دین و مذہب کی تبلیغ و توسیع اور مسلک
اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے انہوں نے اڈیشا میں بڑا عظیم کام کیا ہے۔ اللہ رب
العزت انہیں غریق رحمت فرمائے۔ آمین! ☆☆☆

خلیفہ امین شریعت حضرت مولانا محمد شاہ کرلی رضوی مصباحی دام ظلہ العالی
صوبہ بہار کامردم خیز خطہ سحان پور کٹوریہ، عمر پور، ضلع بانکا محتاج تعارف نہیں۔
اس کی آغوش میں ایک سے ایک علماء، فضلاء، صلحاء و شعراء پروان چڑھے۔ انہیں میں
صوفی باصفا، اتاذ الاساتذہ اتاذی الجلیل حضرت علامہ و مولانا محمد امام الدین صاحب
قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔ انہیں کے فرزند اصغر محمد و گرامی حضرت
مولانا محمد خورشید عالم ضیائی عزیزی علیہ الرحمہ ہیں، جو عالم باعمل، صوفی مزاج، کم گو اور
اخلاق و کردار کے پیکر تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔

اس کے بعد مدرسہ خیر المدارس، عمر پور (ضلع بانکا، بہار) سے اکتساب فیض کیا اور دارالعلوم خیریہ نظامیہ، سہرام، ضلع روہتاس، بہار سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کو مذہب و ملت کی خدمت کا جذبہ والد بزرگوار سے ورثے میں ملا تھا۔ اسی جذبے کے تحت آپ نے راور کیلاسیکٹر: ۱۵/ ضلع سندر گڑھ، اڑیسہ، میں دارالعلوم حبیبیہ کی داغ بیل ڈالی اور تاحین حیات اس کے مہتمم و صدر المدرسین کے منصب پر فائز رہ کر اس گلشن علم و ادب کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ سینکڑوں سعید روحوں کو زیورِ علم و ادب سے آراستہ کر کے مذہب و ملت کے کاموں میں لگایا، جو آج بھی کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ تقریباً نصف صدی تک خورشیدِ ملت اپنی علمی کنوئیں سے قلوب و اذہان کو منور کرتے ہوئے بتاریخ ۱۸ جنوری ۲۰۲۲ء دو بجے شب غروب ہو گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

ابرِ رحمت تیری تربت پر گھر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شانِ رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیرِ کارواں تجھ پر

باقیاتِ صالحات میں چار فرزند ہیں، جن کے اسمائے گرامی کچھ اس طرح ہیں:

(۱) محمد گلزار رضا (۲) مولانا محمد نعمان رضا (۳) جیلانی رضا (۴) مولانا محمد ارشد

رضا۔ جب کہ دو صاحبزادیاں ہیں: (۱) صہوجی زوجہ مولانا محمد کامل، ڈمراواں (۲) سمن زوجہ مولانا محمد غالب رضا امجدی، سبحان پور کٹوریہ۔ ان کے علاوہ چار فرزند اور تھے جو حضرت کی حیات ہی میں راہی ملکِ عدم ہو گئے، جن کے نام کچھ اس طرح ہیں: (۱) محمد شاہد رضا مرحوم (۲) حافظ محمد اختر عرف سبزو مرحوم (۳) محمد ارشد رضا مرحوم (۴) محمد دانش رضا مرحوم۔



آہ! خورشیدِ علم و ادب رخصت ہوا

عالمِ نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد اطہر حسن ضیائی دام ظلہ العالی

استاذ دارالعلوم رحمت عالم، شری رام پور، ضلع احمد نگر، مہاراشٹر

بانی مدرسہ نصیبہ منور العلوم، سبحان پور کٹوریہ استاذِ مکرم حضرت علامہ و مولانا محمد امام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لائق و فائق فرزند حضرت علامہ و مولانا محمد خورشید عالم عزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے باوقار، خوش اخلاق، ذی علم اور ایک تقویٰ شعار عالم دین تھے۔ پوری زندگی دین و سنیت کی ترویج و اشاعت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ میں گزاری اور اپنے اکابرین سے جو دولت آپ نے پائی تھی، اسے تادمِ حیات بانٹتے رہے۔ جن حضرات کے اخلاق و کردار نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا، ان میں ایک نام آپ کا بھی ہے۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ میں راؤ رکیلا، اڑیسہ کے ایک پروگرام میں حاضر ہوا تھا۔ اس موقع پر آپ بھی اس میں تشریف لائے تھے۔ ملاقات کے بعد حضرت نے فرمایا: پوسٹر میں آپ کا نام دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ سو چاپلوں ملاقات ہو جائے گی، آپ کو سن بھی لوں گا اور آپ کے والد بزرگوار حضرت علامہ الحانج محمد امداد علی ضیائی صاحب کی خیریت بھی معلوم ہو جائے گی۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بڑی دعاؤں سے نوازا۔ یقیناً جانے آپ کے حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار کو دیکھ کر میری آنکھیں خوشی سے نم ہو گئیں۔ ایسے بلند اخلاق عالم دین کی زیارت آج کے دور میں بہت مشکل ہے۔ یقیناً آپ کو کھو کر اہل سنت و جماعت کے درمیان ایک زبردست کمی کا احساس ہے۔ اللہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کے طفیل آپ کی خدماتِ جلیلہ کو قبول فرمائے اور آپ کی مغفرت فرما کر آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے تمام صاحب زادگان خاص کر محبِ گرامی حضرت علامہ مفتی نعمان رضا صاحب

قبلہ زید مجدہ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور صبر و شکر کے ساتھ انھیں اپنے والد محترم کے مشن پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین! ادیب شہیر، صاحب فکر و نظر حضرت علامہ طفیل احمد مصباحی صاحب قبلہ کا حکم تھا کہ آپ بھی کچھ لکھ دیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے قلم میں مزید توانائی عطا فرمائے۔ آمین!



ماہرِ فقہ و افتا حضرت علامہ مفتی محمد عابد رضا مصباحی دام ظلہ العالی

صدر مفتی سدرہ دار الاقواء، بولکانہ، مغربی بنگال

علمائے حق کی ایک خاص صفت اور پہچان اللہ رب العالمین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ خوفِ الہی اور خشیتِ باری سے متصف ہوتے ہیں۔ انما یخشى الله من عباده العلماء، کافرمان سنا کر حق تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا ہے کہ فلاح دارین کے لیے صرف علوم و فنون میں مہارت ہی کافی نہیں، بلکہ دل کا خشیتِ الہی سے لبریز اور وجود کا سنتِ نبوی کا پیکر ہونا بھی ضروری ہے۔ اس تناظر میں حضرت مولانا محمد خورشید عالم عریزی بھاگل پوری علیہ الرحمہ نہایت کامل اور جامع نظر آتے ہیں۔ آپ عالمانہ وقار، فاضلانہ جاہ و جمال کے ساتھ نبوی اخلاق و آداب کے حامل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر بڑی پابندی سے عامل تھے۔ اپنے گاؤں سبحان پور کٹوریہ میں جب بھی تشریف فرما ہوتے، ہمیشہ مسجد میں باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔ لوگوں سے ملنے جلنے کا انداز بھی بڑا نرالا اور دل نشیں تھا۔ خندہ پیشانی اور مسکراتے لب سے ہر ایک سے ملتے اور بڑی محبت کے ساتھ خیریت دریافت فرماتے۔ بڑوں کا ادب و احترام تو کرتے ہی تھے، اصاغر اور اپنے تلامذہ کے ہم عمروں کی بھی خوب عزت و تکریم فرماتے۔ آپ کا حسن اخلاق اور عالمانہ کردار قابلِ تعریف اور لائقِ رشک ہے۔ تقویٰ و طہارت میں بھی بے مثال

تھے۔ اللہ رب العالمین ان کی خدماتِ دینیہ کو قبول فرمائے اور اپنی شانِ کریمی کے مطابق انہیں جزا و صلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔



خطیب عصر، نقیب اسلام حضرت مولانا محمد خورشید عالم فیضی دام ظلہ العالی

سینئر ٹیچر ہائی اسکول قصبہ، ضلع بانکا، بہار

بقیۃ السلف، یادگارِ اسلاف حضرت علامہ و مولانا محمد خورشید عالم عزیٰ علیہ الرحمہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ سبحان پور کٹوریہ سے لے کر اورکیلاڑیہ تک آپ کی علمی و روحانی شخصیت کی دھاک پیٹھی ہوئی ہے۔ آپ علم و عمل اور اخلاق و کردار کے بیکر جمیل تھے۔ آپ اپنے والد حضرت مولانا محمد امین الدین صاحب علیہ الرحمہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پوری زندگی دین و مذہب کی خدمت کرتے رہے اور مسلم معاشرے میں علم کی روشنی پھیلاتے رہے۔ سرکاری ملازمت میں ہونے کے باوجود اپنا عالمائے تشخص برقرار رکھا اور بڑی کامیاب زندگی گذاری۔ آپ کے اندر علم کے ساتھ زہد و تقویٰ اور پارسائی بھی موجود تھی۔ کبر و نخوت، غرور و تکبر، تام جھام، غنیت، جھوٹ، چغلی، کینہ، ریاکاری، بغض و عداوت اور شروفساد سے آپ کی زندگی پاک تھی۔ بس غاموشی کے ساتھ دین اور سماج کی خدمت کرتے رہے۔ بڑے نیک، شریف، سخی، کشادہ قلب اور غریب پرور انسان تھے۔

میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ صرف سبحان پور کٹوریہ ہی نہیں بلکہ پورے شہر بھاگل پور و بانکا میں علمائے کرام میں شاید ہی کوئی آپ کی طرح سخی و فیاض ہو۔ درجنوں مساجد و مدارس کی تعمیر و ترقی میں آپ نے حصہ لیا۔ انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ و خیرات کرنے میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہا کرتے تھے۔ خدائے غفور و رحیم آپ کی مغفرت فرمائے اور جماعتِ اہل سنت میں آپ کے امثال پیدا فرمائے۔ آمین! ☆☆☆

حضرت مولانا مقصود عالم فرحت ضیائی دام ظلہ العالی

استاذ الاساتذہ، قدوة العلماء، زبدة الفضلاء، بقیۃ السلف، عمدة الخلف، معمارِ دین وملت، ترجمانِ مسلک اعلیٰ حضرت، صوفی زمانہ حضرت علامہ و مولانا محمد خورشید عالم ضیائی عزیز علیہ الرحمۃ والرضوان ایک جہان کو اپنی علمی و فکری تابانیوں کی برکات و خیرات بانٹ کر ۵ / رجب المرجب ۱۴۴۵ھ، مطابق ۱۸ جنوری ۲۰۲۴ء بروز چہار شنبہ بوقت ۲ بجے شب علالت کے باعث راورکیلا، اڑیسہ سے وطن مالوف مدینۃ العلماء سبحان پورکٹوریہ، عمرپور، ضلع بانکا، بہار کی جانب لوٹتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہہ کر واصلِ بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

آپ تنظیم اہل سنت مدرسہ حبیبہ، سیکٹر: ۱۵/۱ راورکیلا، ضلع سندرگڑھ، اڑیسہ میں مسند سربراہی و اہتمامی پر فائز رہے۔ ادارہ جب ایڈ ہو گیا تو وہاں آپ کی نوکری ہو گئی۔ نوکری میں رہ کر بھی خالص دین متین کی اشاعت و ترویج میں مصروف رہے۔ راورکیلا کی جامع مسجد زینت المساجد میں گا ہے بگا ہے امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیے۔ اس کے مضافات میں جا کر تبلیغ اسلام کی اور لوگوں کے ایمان و عقیدے کو تحفظ بخشا اور یہ سلسلہ زندگی کے آخری ایام تک برقرار رہا۔ آپ کی اشاعت حق و خدمات دینیہ کا دائرہ بہت وسیع ہے، جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ اسلاف کے سیرت و کردار کی خوب صورت یادگار تھے۔ علم و عمل، زہد و تقویٰ، اخلاص و للہیت، اخلاق و عادات، سادگی و منکسر المزاجی، غیرت و حمیت، راست گوئی، جرأت مندی، احقاق حق اور ابطال باطل میں اپنے اسلاف کے پر تو نظر آتے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ایک

عرصہ دراز تک اسلافِ کرام کی صحبت و معیت میں رہنے اور ان کے علم و فن کے بحر
نیکراں سے اکتساب فیض حاصل کرنے کا شرف رہا تھا۔

یہ مثل سچ ہے کہ ہو جاتا ہے صحبت کا اثر
آدمی کیا در و دیوار بدل جاتے ہیں

بلا شک و شبہ آپ کا جانا علم و فن کے ایک عہد کا خاتمہ ہے۔ ”سقی اللہ ثراہ و
جعل الجنة مثواه“۔ ربِّ قدیر بہ طفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے فیوض و
برکات سے عالم اسلام کو مستفیض و مستنیر فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل دے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشان کبھی



آہ! آسمانِ علم و فن کا ایک ستارہ ٹوٹ گیا
حضرت مولانا محمد ضیاء الحق ازہری غازی دام ظلہ العالی
پرنسپل جامعہ مفتاح العلوم، راور کیلا، ضلع سندرگڑھ، اڑیسہ
کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہو جائے گا
اس زمیں کی گود میں وہ آسمان سو جائے گا

پیر طریقت حضرت علامہ و مولانا محمد خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ سربراہ و مہتمم
تنظیم اہل سنت مدرسہ حبیبیہ، سیکٹر: ۱۵ راور اور کیلا، ضلع سندرگڑھ، اڑیسہ، متوطن سبحان پور
کٹوریہ، ضلع بانکا، بہار نے طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ آپ کی رحلت دنیا سے علم و سنت کا ایک عظیم خسارہ ہے۔ آپ بہت ساری
خوبیوں کے حامل اور نوع بہ نوع اوصاف و کمالات کے جامع تھے۔ جید عالم دین

ہونے کے ساتھ ساتھ تقویٰ و طہارت میں اپنی مثال آپ تھے۔ اخلاق و کردار کے پیکر اور اسلاف کا نمونہ تھے۔ آپ کا خاندان علمی و مذہبی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان رہا ہے۔ آپ نے راورکیلا و مضافات میں مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم بلند کیا اور مادی و معنوی قربانیاں پیش کر کے ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔ قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے زمانہ صدارت میں آپ نے سنی جامع مسجد زینت المساجد راورکیلا میں متعدد بار نماز جمعہ کی امامت و خطابت کا فریضہ انجام دیا۔ آج ان کے وصال پر جامعہ مفتاح العلوم کے جملہ اساتذہ کرام اور اراکین و طلبہ اشک باریں اور دعا گو ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ مولانا کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!



حضرت مولانا محمد طاہر رضا شمسی دام ظلہ العالی

بانی و سربراہ اعلیٰ تحریک علمائے اہل سنت، اڈیشا

شوشل میڈیا کے ذریعہ یہ الم ناک خبر معلوم ہوئی کہ حضرت علامہ مفتی محمد نعمان رضا برکاتی و حضرت علامہ ارشد رضا جمالی صاحبان ارکان خاص تحریک علمائے اہل سنت، اڈیشا کے والد محترم اتاذ العلماء، صوفی باصفا حضرت علامہ محمد خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ بھاگل پوری (بانی و مہتمم مدرسہ حبیبیہ سیکٹر ۱۵ راورکیلا، سندرگڑھ، اڈیشا) کا انتقال پُر ملال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مخلص و متحرک علما کا ہمارے درمیان سے اس طرح رخصت ہو جانا باعث تشویش بھی ہے اور سبب حزن و ملال بھی۔ حضرت مولانا خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ خوش مزاج، بلند اخلاق، منسلک اور تقویٰ شعار تھے۔ مدرسہ خیریہ نظامیہ، سہرام سے تحصیل علم کے بعد راورکیلا تشریف لائے اور امام التارکین، سلطان

المنظرین، فاتح عرب و عجم، آقائے نعمت، مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی الحاج محمد حبیب الرحمن عباسی قادری علیہ الرحمہ کے ساتھ مل کر اور کیلا سیکٹر: ۱۵/۱ میں مدرسہ حبیبیہ قائم فرمایا۔ جب وہابیوں نے مسجد میں نماز نہ پڑھنے کا طعنہ دیا تو آپ نے اسی جگہ پر ”مسجد حبیب“ کی بنیاد رکھی۔ واضح رہے کہ سیکٹر: ۱۵/۱ اور کیلا میں شروع سے وہابیوں اور نجدیوں کا قبضہ رہا ہے۔ ایسی پرفتن جگہ میں مولانا موصوف نے اہل سنت کا قلعہ قائم کیا۔

ان کی اعلیٰ بصیرت و فکر اور جذبہ خدمت دین اور صحبت مجاہد ملت کے سبب ہر دو ادارے ارتقائی منزل طے کرتے رہے۔ آپ کی بے لوث خدمات کے پیش نظر عوام و خواص سب نے انہیں اپنا پیشوا تسلیم کیا اور ان ہی کی رہنمائی میں یہاں سنیت پروان چڑھتی رہی۔ حضرت مولانا خورشید عالم عزیزی صاحب ابتدائی دور میں خطابت، امامت اور تدریس کا فرائض انجام دے رہے تھے تو حضور مجاہد ملت ہر ہفتہ پندرہ دن میں مولانا موصوف کی حوصلہ افزائی کے لیے راور کیلا جا کر مولانا موصوف کی کارکردگی کا جائزہ لیتے، ان کی دینی و ملی سرگرمیوں کو سراہتے اور خوب دعاؤں سے نوازتے۔ حضرت مولانا خورشید عالم عزیزی دام ظلہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے خود کو نام و نمود اور شہرت و ناموری سے ہمیشہ دور رکھا اور اپنی تہہ دار علمی و روحانی شخصیت کو چھپایا۔ حضور حافظ ملت و حضور مجاہد ملت جیسے قدر آور علما و مشائخ سے آپ کو قربت حاصل رہی اور ان ہی بزرگوں کی روش پر چلتے زندگی کے ایام بسر کیے اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے و طفیل ان کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر دے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قبلہ

مدرس مدرسہ اوسفیان، کوئیل بینک پانپوش، راورکیلا، اڑیسہ

پیر طریقت رہبر شریعت صوفی باصفا عالم باعمل حضرت علامہ و مولانا الحاج خورشید عالم عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں۔ تقریباً پچاس سال پہلے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے سیکٹر ۱۵ راورکیلا، سندرگڑھ اڑیسہ کی بے آب و گیاه وادی میں مدرسہ حبیبہ اور مسجد حبیب کی بنیاد رکھی اور اس گلشن حبیب کی نگرانی و پاسبانی کی ذمہ داری حضور مجاہد ملت نے حضرت مولانا خورشید علیہ الرحمہ کو سونپ دی۔ آپ نے اس ذمہ داری کو مقصد حیات کی طرح نبھایا اور اس ادارے کو خوب خوب پروان چڑھایا۔ سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تشنگان علوم دینیہ آپ کے فیضان علم و ادب سے فیضیاب ہوئے۔ اس علمی ادارے کی تعمیر و ترقی اور عروج و استحکام کے لیے آپ نے اپنی پوری زندگی قربان کر دی۔ یہاں تک کہ اپنی زندگی کے آخری ایام بھی مدرسہ حبیبیہ میں گزارے۔ حضرت موصوف کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ سنت و شریعت کے سخت پابند تھے۔ کٹیا نما کمرے میں ان سے ملاقات کے لیے جو بھی گیا، ہمیشہ آپ کو مسند تدریس و تبلیغ پر جلوہ گر پایا۔ وہ اپنے ملنے والوں پر بڑے شفیق و مہربان تھے۔ بڑی محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ لوگوں سے ملتے اور حسبِ خواہش ان کی ضرورتیں پوری فرماتے۔ کوئی آپ کی بارگاہ سے مایوس اور خالی نہیں گیا۔ ہاں! بدعقیدوں کے لیے آپ کی بارگاہ میں کوئی مروت و ہمدردی نہ تھی۔ گویا آپ ”اشداء علی الکفار و رحماء بینہم“ کا نمونہ تھے۔ موصوف گرامی نے دنیاوی جاہ و منصب اور مال و دولت کی کبھی فکر نہ کی، بلکہ ہمیشہ دین کے کاموں میں لگے رہے۔ کبھی اپنے لیے کسی سے کچھ نہ مانگا۔ اللہ رب العزت نے بطور انعام آپ کو شاہانہ اور خوش حال زندگی عطا فرمائی۔

عوام میں مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ وہ جب حکم فرما دیتے کہ فلاں مسجد یا مدرسہ میں تعاون کی ضرورت ہے، آپ کے حکم کو لوگ فرمان شاہی سمجھ کر تعاون کے انبار لگا دیتے۔ راور کیلا، سندر گڑھ کے اکثر مدارس و مساجد کی تعمیر میں آپ کا تعاون شامل ہے۔ موصوف علیہ الرحمہ کی باشرع زندگی سے متاثر ہو کر علما و عوام اپنے اپنے علاقوں کے مساجد و مدارس کی سنگ بنیاد اور رسم اجرا کے لیے آپ کو مدعو کرتے اور آپ سے دعاؤں کی درخواست کرتے۔ الحمد للہ! حضرت نے جس ادارہ و مسجد کی سنگ بنیاد رکھی یا اس کی رسم اجرا میں دعا فرمائی، وہ مدارس و مساجد آج پوری طرح آباد ہیں۔ راقم الحروف جس مدرسہ و مسجد میں مامور ہے یعنی مدرسہ ابوسفیان و رضا جامع مسجد کوئیل بینک، راور کیلا، اڑیسہ ان کے سنگ بنیاد اور رسم اجرا میں آپ کی شرکت ہوئی تھی اور حضرت کی دعاؤں کی برکتیں ہیں کہ آج یہ مسجد و مدرسہ ترقی و بلندی پر فائز ہیں۔ حضرت کی زبان فیض ترجمان میں اللہ رب العزت نے بے پناہ اثر رکھا تھا۔ حضرت کا وصال دین و سنیت کا عظیم خسارہ۔ خداوند کریم حضرت کو غریق رحمت کرے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!



محمد دانش انور علیہی

سلطان پور، بانکا، بہار

یہ حقیقت ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے علاوہ ہر شے کو فنا ہے اور ہر ذی نفس کو اسی کی جانب لوٹ کر جانا ہے۔ مگر کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو انسانی معاشرے کے لیے بڑی بابرکت ہوا کرتی ہیں اور ان سے ایک جہان کو طرز حیات نصیب ہوتی ہے۔ حضرت علامہ مولانا خورشید عالم عریزی ضیائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بھی انہیں عظیم شخصیات میں سے ایک تھی، جو عظمت رفتہ کے امین تھے۔ بلاشبہ آپ اسلاف کے سچے جانشین اور ان کے

اخلاق و کردار کے آئینہ دار تھے۔ آپ کے وفات کی خبر سن کر مجھے بڑا صدمہ پہنچا۔ آپ کا آبائی وطن ضلع بانکا بہار کا سحان پور کٹوریہ ہے۔ آپ نے جن بزرگوں سے تعلیم و تربیت اور فیوض و برکات حاصل فرمائے، سب کے سب نابغہ روزگار اور باکمال تھے۔ آپ کے پہلے استاذ آپ کے والد بزرگوار حضرت علامہ مولانا امام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ تھے جو یقیناً ایک انقلاب آفریں، دور اندیش بزرگ تھے، جنہوں نے علم و شعور کی شمع جلانے کے لیے اپنے آبائی گاؤں سحان پور کٹوریہ ضلع بانکا بہار میں مدرسہ نصیبہ منور العلوم قائم فرمایا، جس سے ہزاروں طالب علموں نے علم کی پیاس بجھائی اور بھجھ رہے ہیں۔ خود میری والدہ محترمہ اور میرے مامول حضرات نے اپنے بچپن میں اسی مدرسہ میں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی ہے اور میں نے بھی اپنے بچپن میں اسی مدرسہ میں ناظرہ قرآن مجید پڑھنا سیکھا ہے۔ والد محترم حضرت مولانا امام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گود میں پرورش پانے والی اس شخصیت کو علم و آگہی اور مختلف بزرگوں نے سنوارا اور پروان چڑھایا، جن میں مدرسہ خیریہ نظامیہ سہرام کے عظیم ترین اساتذہ حضرت علامہ صدیق صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، محدث سہرام حضرت علامہ ضیاء الحسن علیہ الرحمہ، فخر صحافت حضرت مولانا کامل سہرامی، استاذ الفقہاء حضرت مفتی قل الرحمن علیہ الرحمہ کے علاوہ رئیس اڈیہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا نام گرامی جلی حرفوں میں آتا ہے۔

حضرت مولانا خورشید عالم عزیز ضیائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت جہاں زہد و تقویٰ اور پاکیزگی سے مزین تھی، وہیں فکر امت اور خدمت دین متین کے لیے پاکیزہ جذبوں سے سرشار نظر تھی۔ آپ نے جہالت و تاریکی دور کرنے کے لیے خصوصاً امت محمدیہ کو بد عقیدوں اور گمراہ گروں کے فریب سے بچانے کے لیے روار کیلا اڈیہ سیکٹر ۱۵ کی سر زمین کا انتخاب فرمایا اور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی نسبت سے مدرسہ حبیبہ اور ساتھ ہی ایک مسجد قائم کی۔

اس کے علاوہ روار کیلا اڈیہ کے اطراف و اکناف میں کئی مساجد و مدارس کا قیام آپ ہی کی کوششوں سے عمل میں آیا۔ آپ تاحیات اپنے خون جگر سے دین

متین کی آبیاری فرماتے رہے۔

جامعہ مفتاح العلوم راور کیلاڈریسہ میں دوران تعلیم آپ سے جب میری ملاقات رہی میں نے ہمیشہ آپ کو متواضع، اخلاق و کردار کے سانچے میں ڈھلا ہوا ایک ولی صفت انسان پایا۔ مختلف ذرائع سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ جب حکومتی ملازمت سے فارغ ہوئے تو اپنے پینشن کا اکثر حصہ حاجت مندوں میں پوشیدہ طور پر تقسیم فرمادیا کرتے تھے یا مدارس و مساجد کی تعمیر میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ بلاشبہ اللہ والوں کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے۔ وہ کبھی بھی مال و منال کو مقصد حیات نہیں بناتے۔ غریب پوری آپ کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کے اولاد و امجاد میں سے جن سے میری واقفیت رہی سب ہی حافظ و عالم اور مفتی ہیں مفتی نعمان رضا، مولانا راشد رضا جمالی، غلام جیلانی، سب کے سب اہل علم و عمل ہیں اور آپ کے دینی مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

رب تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو جب مقام و مرتبہ عطا فرماتا ہے تو جان و مال اور ہر طرح کی آزمائشوں میں مبتلا فرما کر امتحان بھی لیتا ہے آپ کو بھی رب کریم نے آزمایا۔ آپ کے کئی فرزند عین جوانی کی حالت انتقال فرما گئے، جن میں راشد رضا اور دانش رضا کا نام مجھے یاد آتا ہے۔ آپ نے ہر طرح کے مصائب و آلام میں رب کا شکر ادا فرمایا اور راہ حق پر قائم رہ کر امت محمدیہ کو صبر و شکر کا پیغام دیا۔ مولانا خورشید عالم عریزی ضیائی علیہ الرحمہ کی وفات اہل سنت نے لیے عظیم نقصان کا باعث ہے۔ خدائے پاک اہل سنت کو ان کا نعم بدل عطا فرمائے۔ آپ نے جو خدمات خاموشی اور نام نمود سے دور رہ کر اخلاص و للہیت کے ساتھ صوفیانہ انداز میں انجام دی ہیں، وہ یقیناً ناقابل فراموش ہیں اور ہماری نوجوان علمائے کرام کے لیے مشعل راہ ہیں۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے

حشر تک شان کریگی ناز برداری کرے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور سید عالم ﷺ کی پیاری نصیحت:

اے میرے بیٹے!

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی اطاعت میں لمبی عمر عطا فرمائے اور اپنے دوستوں (محبوب بندوں) کے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ نصیحت کے قیمتی موتی معدن رسالت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اگر تمہیں بارگاہ رسالت سے نصیحت حاصل ہو چکی ہے تو پھر میری نصیحت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر نہیں پہنچی ہے تو مجھے بتاؤ کہ ان گزرے ہوئے ایام میں آخر تم نے کیا حاصل کیا۔

معلم کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو جو نصیحتیں فرمائی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب بندہ فضول کاموں میں مصروف و مشغول ہو جاتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ عز و جل نے اس سے اپنی نظر رحمت پھیر لی ہے اور بندے کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اگر اس کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اس مقصد سے ہٹ کر گذرا تو بندہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی حسرت (افسوس) طویل ہو جائے اور جس کی عمر چالیس سال سے زائد ہو جائے اور اس کے باوجود اس کے شر (گناہ) پر خیر (نیکی) غالب نہ ہو تو اسے جہنم میں جانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اہل علم اور عقل مند کے لیے اتنی ہی نصیحت کافی ہے۔

نصیحت کرنا آسان ہے۔ لیکن اس پر عمل مشکل:

اے میرے عزیز!

نصیحت کرنا آسان ہے، لیکن اس کو قبول کرنا یعنی اس پر عمل کرنا مشکل اور دشوار ہے۔ کیوں کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والوں کو نصیحت کی باتیں کڑوی لگتی ہیں، کیوں کہ ان کے دلوں کو خلافِ شرع باتیں اچھی اور بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ اس شخص کو جو رسمی علم کا طالب ہو، اپنی بڑائی اور واہ واہی چاہنے اور دنیاوی شہرت و فضیلت کے حصول میں مگن ہو۔ کیوں کہ وہ اس گمان میں مبتلا ہے کہ صرف علم ہی آخرت میں نجات اور جہنم سے چھٹکارا دلانے کے لیے کافی ہے اور عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ فلسفیوں کا نظریہ ہے۔ (جب کہ شریعت اسلامیہ میں علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے)۔ سبحان اللہ العظیم! کیا ایسے لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل نہ کرنا، اس کے خلاف حجت اور سخت مواخذہ (باز پرس، پکڑ) کا سبب ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس عالم کو دیا جائے گا، جس کو اس کے علم نے فائدہ نہیں پہنچایا۔

حضرت جنید بغدادی کو علم نے نہیں بلکہ ان کے عمل و عبادت نے مغفرت کروائی:

حکایت بیان کی گئی ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وصال خواب میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ اے ابوالقاسم! آپ کا کیا حال ہے؟

(یعنی وفات کے بعد آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا گیا) آپ نے فرمایا: ان عبارتوں (علمی بحث و مباحثہ) اور اشارتوں (لوگوں کی تعریف و توصیف) نے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ ہاں! رات کی تنہائی میں جو چند رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا، اس نے مجھے خوب نفع پہنچایا۔

اعمالِ صالحہ سے کبھی غافل نہ رہو:

اے میرے بیٹے!

نیک اعمال اور مناسب احوال سے غافل مت رہو اور اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ (عمل کو چھوڑ کر) محض علم تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھو کہ اگر ایک شخص جنگل میں ہو، اس کے پاس دوسرے ہتھیاروں کے علاوہ دس ہندوستانی تلوار ہو اور وہ شخص بہادر اور جنگ جو بھی ہو اور ایسے میں اچانک اس پر ایک خطرناک شیر حملہ کر دے تو اب تم ہی بتاؤ کہ یہ ہتھیار استعمال کیے بغیر اس آدمی کو شیر کے حملے سے بچا سکتا ہے؟ (نہیں ہرگز نہیں) اور تم یہ بات بخوبی جانتے ہو کہ ہتھیار کو استعمال کیے بغیر اس حملے سے نہیں بچا جاسکتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایک لاکھ علمی مسائل پڑھ کر ان کو اچھی طرح جان لے اور ان پر عمل نہ کرے تو یہ علمی مسائل اس کو کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ اس بات کو اس مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک شخص کو حرارت (بخار) اور صفرا (یرقان) کی بیماری ہو اور اس کا علاج سنگین (سیرکہ یا لیموں کے عرق سے پکایا ہوا شربت) اور کفکاب (جو کا پانی) میں ہے، تو اس کا علاج ان دواؤں کے استعمال ہی سے ہو سکتا ہے۔ (یعنی صرف ان دواؤں کا موجود ہونا علاج اور شفا کے لیے کافی نہیں۔ اسی طرح علم کا فائدہ اس کے استعمال یعنی اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے)

عمل کے بغیر سو سال تک علم حاصل کرنا اور ایک ہزار کتابیں جمع کرنا فضول ہے:

اگر تم سو سال تک علم حاصل کرو اور ایک ہزار کتابیں جمع کر لو تو اس علم پر عمل کیے بغیر تم اللہ کی رحمت کے حق دار نہیں بن سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وان لیس للانسان الا ما سعی۔ انسان کے لیے وہی ہے، جس کو وہ کوشش کرتے (یعنی عمل اور کوشش کے بعد ہی اجر ملتا ہے)۔ اسی طرح اللہ رب العزت کا فرمان عالی شان ہے: فمن كان يروى لقاء ربه فليعمل عملا صالحا۔ جو اپنے رب سے ملاقات کا خواہش مند ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: یہ بدلہ ہے اس کی کمائی (اعمالِ صالحہ) کا۔ قرآن کہتا ہے: ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات كانت لهم جنات الفردوس نزلا لا يبغون عنها حولا۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے، ان کے لیے جنت کے باغات ہیں مہمانی کے لیے۔ وہ اس سے نکلنا نہیں چاہیں گے۔ نیز فرمانِ خداوندی ہے: الا من تاب و آمن و عمل عملا صالحا۔ مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا۔ (مذکورہ تمام آیتیں اعمالِ صالحہ کی اہمیت و فضیلت پر دلالت کرتی ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف علم کافی نہیں، بلکہ علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے)

اور تم اس حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہو، جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکات دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) اور قدرت و استطاعت کے وقت کعبہ شریف کا حج کرنا۔

عمل کے حساب سے جنت کی تقسیم:

ایمان نام ہے زبان سے اقرار کرنے، دل سے تصدیق کرنے اور دین کے ارکان و احکام پر عمل کرنے کا۔ اچھے اور نیک اعمال کی اہمیت کی دلیلیں بیشمار ہیں۔ اگر بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں پہنچ بھی جائے تو یہ اس کی عبادت و اطاعت انجام دینے کے بعد ہوگا۔ کیوں کہ اللہ کی رحمت بھلائی کرنے والوں کے قریب ہے اور اگر کہا جائے کہ محض ایمان سے بھی بندہ جنت میں پہنچ جاتا ہے، تو ہم کہیں گے کہ ہاں! یہ کہنا درست ہے۔ لیکن وہ جنت میں کیسے پہنچ سکتا ہے۔ جنت میں پہنچنے کے لیے بہت ساری دشوار گھاٹیوں (یعنی مشکل راستوں) کو طے کرنا پڑتا ہے، تب جنت تک رسائی ہوتی ہے۔ ان دشوار گھاٹیوں میں سب سے پہلے ایمان کی مشکل گھاٹی ہے (اور اس کو عبور کرنا سخت مشکل کام ہے) کیا پتہ کہ بندے کا ایمان سلامت بھی ہے یا نہیں؟ بالفرض بندہ جنت میں پہنچ بھی جائے (عمل کیے بغیر) تو وہ ایک مفلس جنتی ہوگا۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ عز و جل قیامت کے دن اپنے بندوں سے فرمائے گا: اے میرے بندو! میری رحمت کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ اور اپنے اپنے اعمال کے حساب سے جنت کو تقسیم کرلو۔

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گزار بندے کا امتحان:

جب تک عمل نہیں کرو گے، ثواب نہیں پاؤ گے۔ حکایت بیان کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ستر (۷۰) سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ اللہ رب العزت نے فرشتوں پر اس کی اہمیت و فضیلت ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کے

پاس ایک فرشتہ بھیجا، تاکہ وہ اسے (عابد) بتائے کہ اس قدر عبادت و ریاضت کے باوجود وہ جنت کا حق دار نہیں ہے۔ جب عابد کو اس بات کی خبر پہنچی تو بولے: ہم اللہ عز و جل کی عبادت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، لہذا ہمیں اس کی عبادت ہی کرنی چاہیے (اور اس کے بدلے جنت کی خواہش نہیں رکھنی چاہیے)۔ جب وہ فرشتہ لوٹ کر آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اس بندے نے کیا جواب دیا؟ فرشتہ بولے: اے پروردگار! جو کچھ اس نے کہا تو اسے بہتر جانتا ہے۔ اس پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: جب میرا بندہ میری عبادت سے غفلت نہیں برتتا تو میری شانِ کریمی کا تقاضا ہے کہ میں اس کو اپنی رحمت سے محروم نہ کروں۔ اے فرشتو! تم گواہ ہو جاؤ، میں نے اس کو بخش دیا۔

آخرت میں حساب و کتاب سے پہلے دنیا ہی میں اپنا محاسبہ کرو:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کا وزن کر لو، اس سے پہلے کہ انہیں تولی جائے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ عمل کیے بغیر جنت میں داخل ہو جائے گا، وہ جھوٹی امید میں مبتلا ہے اور جو شخص صرف کوشش (عمل) کی بدولت جنت میں داخل ہونے کی امید رکھتا ہے، وہ خود کو اللہ کی رحمت سے بے نیاز سمجھتا ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بغیر عمل کے جنت کا طلب گار ہونا، ایک قسم کا گناہ ہے۔ نیز آپ ہی کا قول ہے: حقیقی بندگی کی علامت یہ ہے کہ بندہ عمل پر نظر کرنا (یعنی عمل کو اچھا سمجھنا) چھوڑ دے، لیکن عمل کرنا نہ چھوڑے۔ ہمارے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو حقیر سمجھے اور اس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد

والی زندگی کے لیے نیک اعمال کرے اور بے وقوف وہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور عوہل سے طرح طرح کی امیدیں (عفو و مغفرت، جنت) وابستہ رکھے۔

علم کا مقصد دین و شریعت کی تبلیغ اور اپنے اخلاق کو سنوارنا ہے:

اے میرے بیٹے! تم نے کتنی ہی راتیں علم کی تکرار (حصول) اور کتابوں کے مطالعہ میں گذاریں اور اپنے اوپر نیند کو حرام کیا۔ میں نہیں جانتا کہ تمہاری اس محنت و کاوش کی وجہ کیا تھی؟ اگر اس عمل (حصولِ علم اور محنت) سے تمہارا مقصد دنیاوی ساز و سامان، مال و دولت اور جاہ و منصب کا حصول تھا اور اپنے ہم رتبہ لوگوں پر فخر کرنا تھا تو تم پر افسوس ہے اور تمہارے لیے ہلاکت ہے اور اگر تمہارا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی تبلیغ و ترسیل، اپنے اخلاق کو سنوارنا اور نفسِ امارہ (برائیوں کا حکم دینے والا نفس) کی مخالفت تھا، تو تم قابلِ مبارک باد ہو۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

تمہارے چہرے کے دیدار کے علاوہ ان آنکھوں کا جاگتے رہنا بیکار ہے اور تمہارے علاوہ کسی اور کی جدائی میں رونا گڑ گڑانا فضول ہے۔

جیسے چاہو زندگی گزارو، ایک نہ ایک دن تمہیں مرنا ہے اور جس سے چاہو محبت کرو، بالآخر تمہیں اس سے بچھڑنا ہے اور جو چاہو کرو، تمہیں اس کا بدلہ ضرور ملے گا (یعنی اچھے عمل پر ثواب ملے گا اور برے عمل پر عذاب ملے گا)۔ علمِ کلام، علمِ مناظرہ، علمِ طب، علمِ دوا وین و اشعار، علمِ نجوم و عروض اور علمِ نحو و صرف حاصل کر کے تمہیں کیا ملا؟ سوائے اس کے کہ ان علوم کو حاصل کرنے میں تم نے اپنی زندگی کے قیمتی اوقات برباد کیے اور علم پر عمل نہ کر کے اللہ کی ناراضگی مول لی۔

اللہ رب العزت میت سے چالیس سوال کرتا ہے:

انجیل کی یہ عبارت میری نظر سے گزری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میت کو چار پانی پر رکھنے اور اس کو دفنانے کے درمیان اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے چالیس سوالات کرتا ہے، جن میں سے پہلا سوال یہ ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندے! مخلوق کی نظر میں اچھا اور پاکیزہ بننے کے لیے تو خود کو برسوں سجاتا اور سنوارتا رہا، لیکن میری نظر میں اچھا اور پاکیزہ بننے کے لیے تو نے ایک لمحے کے لیے بھی کوشش نہیں کی۔

اے میرے لخت جگر! اللہ رب العزت ہر دن تیرے دل کی طرف رحمت بھری نظروں سے دیکھتا ہے اور فرماتا ہے: تو میرے غیر کے لیے کیا کیا نہیں کرتا ہے حالانکہ تجھے میرے نعمتوں نے گھیر رکھا ہے (تو اس نعمت کا شکر اس طرح ادا ہونا چاہیے کہ بندہ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اعمالِ صالحہ انجام دے اور گناہوں سے بچے) کیا تو بہرہ ہے، تجھے کچھ سنائی نہیں دیتا؟

نفس کی مخالفت کرو اور موت کو قریب جانو:

اے میرے لخت جگر!

عمل کے بغیر علم پاگل پن ہے اور علم کے بغیر عمل کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یاد رکھ! جو علم آج تجھے گناہوں سے دور اور نیکیوں پر آمادہ نہ کرے، کل قیامت کے دن یہ تجھے جہنم کی آگ سے دور نہیں کرے گا (یعنی یہ علم تجھے جہنم کی آگ سے نہیں بچائے گا) اور اگر آج تو اپنے علم پر عمل نہ کرے اور (گناہوں میں) گزرے ہوئے دنوں کی تلافی نہ کرے تو کل قیامت کے دن کہے گا: فار جعنا نعمل عملا صالحا۔ یعنی اے ہمارے

رب! ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج تاکہ ہم نیک عمل کریں۔ اس وقت کہا جائے گا: اے بیوقوف! تو دنیا ہی سے تو یہاں آیا ہے۔ روح میں ہمت پیدا کرو، نفس کی مخالفت کرو اور موت کو قریب جانو۔ کیوں کہ تمہاری منزل قبر ہے اور قبرستان والے (مردے) ہر وقت تمہارے انتظار میں ہیں کہ تم وہاں (قبرستان) کب پہنچو گے۔ خبردار، ہوشیار! زادِ راہ اور سامانِ سفر (مراد اعمالِ صالحہ) لیے بغیر ان کے پاس مت جاؤ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ جسم (نیک لوگوں کے لیے) یا تو پرندوں کا پتھر ہے یا پتھر (گنہگار بندوں کے لیے) جانوروں کا اُصطبل۔ اب تم خوب اچھی طرح غور کرو کہ تمہارا تعلق ان دونوں (پتھر اور اُصطبل) میں سے کس کے ساتھ ہے اگر تم بلندی میں اڑنے والے پرندوں میں سے ہو تو تم یہ مژدۂ جاں فزا ”ارجعی الی ربک اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ“ سن کر بلندی کی طرف پرواز کر جاؤ اور جنت کے اعلیٰ مقام پر آشیانہ بنا لو۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرشِ الہی جھوم اٹھا اور اگر معاذ اللہ (اللہ کی پناہ!) تم جانوروں میں سے ہو، جیسا اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: اولئک کالانعام بل هم اضل۔ وہ کفار جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بڑے گمراہ۔ تو تم اس دنیا سے کوچ کر کے جہنم میں جانے سے بے خوف مت رہو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو ٹھنڈے پانی کا شربت پیش کیا گیا۔ جب پیالہ ہاتھ میں لیا تو آپ پر غشی طاری ہو گئی (یعنی بیہوش ہو گئے) اور پیالہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے کہا: اے ابو سعید! آپ کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس وقت جہنمیوں کی وہ خواہشیں یاد آ گئیں جو وہ اہل جنت کے سامنے ظاہر کریں گے اور کہیں گے: افیضوا علینا من الماء او ممّا

رزقکم اللہ۔ ہمیں پانی کا فیض پہنچاؤ اور اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا ہے (یعنی ہمیں پینے کے لیے پانی اور تناول کرنے کے لیے کھانا دو)۔

صرف علم ہی کافی نہیں بلکہ عمل بھی ضروری ہے:

اے میرے بیٹے!

اگر صرف علم ہی کافی ہوتا اور علم کے سوا عمل کی ضرورت نہ ہوتی تو اللہ رب العزت کی یہ ندا: هل من سائل؟ هل من مستغفر؟ هل من تائب؟ (یعنی ہے کوئی طلب کرنے والا - ہے کوئی گناہوں کی معافی چاہنے والا - ہے کوئی توبہ قبول کرنے والا) فضول، بیکار اور بے فائدہ ہوتی۔ روایت کی گئی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک گروہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عبد اللہ (بن عمر) اچھا انسان ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ رات میں تہجد بھی ادا کرتے۔ (کہا جاتا ہے کہ حضور کے اس فرمانِ عالی شان کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت کم سوتے اور شب بیداری کر کے نوافل و تہجد ادا کرتے)۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا: اے فلاں! رات کو زیادہ مت سویا کر۔ کیوں کہ رات میں زیادہ سونا قیامت کے دن تجھے فقیر اور محتاج بنادے گا۔

تین آوازیں اللہ عز و جل کو بہت پسندید ہیں:

اے میرے فرزند!

اللہ تعالیٰ کا قول ہے: و من اللیل فتهجد بہ (اور رات کے کچھ حصے میں

تہجد پڑھو) ایک قسم کا حکم ہے اور آیت کریمہ: و بالاسحار ہم یستغفرون (اور وہ رات کے پچھلے پہر استغفار کرتے ہیں) شکر ہے اور فرمانِ باری تعالیٰ: والمستغفرین بالاسحار (رات کے پچھلے پہر استغفار کرنے والے) اللہ کی طرف سے ذکر ہے۔ حضور نبی کریم، رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: تین آوازیں اللہ رب العزت کو بہت پسند ہیں۔ اول: مرغ کی آواز (جو صبح کے وقت لوگوں کو جگاتی ہے)۔ دوم: قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی آواز۔ سوم: رات کے پچھلے پہر اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے والوں کی آواز۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عوجل نے ایک ہوا پیدا فرمائی ہے، جو سحری کے وقت (رات کے آخری حصے میں) چلتی ہے اور اس ہوا کا کام یہ ہے کہ وہ ذکر و اذکار کرنے والوں اور مغفرت چاہنے والوں کی آواز اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پہنچاتی ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ رات شروع ہوتے ہی ایک فرشتہ عرش کے نیچے یہ آواز لگاتا ہے: اب عبادت گزار بندوں کو اٹھ جانا چاہیے۔ پھر اللہ کے عبادت گزار بندے اٹھ کر عبادت کرتے ہیں یعنی نوافل ادا کرتے ہیں، چنانچہ دیر اللہ چاہتا ہے۔ اس کے بعد آدھی رات کو وہ فرشتہ پھر ندا کرتا ہے: اللہ کے مخلص اور فرمان بردار بندوں کو اٹھ جانا چاہیے۔ تو اللہ کے اطاعت گزار بندے اٹھ جاتے ہیں اور سحری تک نماز پڑھتے ہیں۔ جب سحر کا وقت قریب ہوتا ہے تو وہ فرشتہ پھر آواز لگاتا ہے: اللہ سے مغفرت طلب کرنے والوں کو اٹھ جانا چاہیے تو اللہ سے مغفرت چاہنے والے بندے اٹھ جاتے ہیں اور توبہ و استغفار کرتے ہیں اور جب فجر کا وقت شروع ہوتا ہے تو فرشتہ آواز لگاتا ہے: غفلت میں پڑے لوگوں کو اب اٹھ جانا چاہیے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنے بستروں سے ایسے اٹھتے ہیں جیسے مردے اپنی قبروں سے۔

حضرت لقمان حکیم کی ایک پیاری نصیحت:

اے میرے لختِ جگر:

حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کی نصیحتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے فرزند! ایک مرغ کہیں تجھ سے زیادہ عقل مند ثابت نہ ہو کہ وہ صبح سویرے اٹھ کر اذان دے (یا الہی میں مشغول رہے) اور تو غفلت میں پڑا سوتا رہے۔ کسی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

رات کے وقت فاختہ درخت کی شاخ پر بیٹھی آواز لگاتی ہے اور میں سویا رہتا ہوں۔ اللہ رب العزت کی قسم! میں جھوٹا ہوں (دعویٰ عشق میں)۔ اگر میں سچا عاشق ہوتا تو فاختہ تین راتوں میں مجھ سے سبقت نہ لے جاتیں۔ میں اس گمان میں مبتلا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے میں بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ افسوس! جانور تو روتے ہیں لیکن میں نہیں روتا۔

عبادت شریعت کی پیروی کا نام ہے:

اے میرے عزیز!

علم کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اس بات کو جان لو کہ عبادت و اطاعت (فرماں برداری) کیا چیز ہے؟ جان لو کہ عبادت و اطاعت، شریعت کی پیروی کا نام ہے اور وہ اس طور پر کہ اوامر و نواہی (اچھے کام کرنے اور برے کام سے بچنے) میں قولاً و عملاً شریعت کے احکام کی پیروی کی جائے۔ یعنی تم جو کچھ کوہیا کرو یا چھوڑو، وہ شریعت کی اتباع (پیروی) کے پیش نظر ہو۔ مثلاً: اگر تم عید الفطر اور ایام تشریق (عمید الاضحیٰ اور اس سے متصل تین دن) میں روزہ رکھو گے اور غضب کیے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھو گے تو گنہگار ٹھہرو گے، حالانکہ یہ ظاہر یہ دونوں صورتیں عبادت کی ہیں (لیکن

شریعت کے منع کرنے کے سبب یہ دونوں صورتیں گناہ کی ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ عبادت شریعت کی پیروی کا نام ہے، ورنہ عید الفطر و ایام تشریعت میں روزے رکھنا اور غصب یا چراتے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا گناہ نہ ہوتا۔

ہر قول و عمل شریعت کے مطابق ہونا چاہیے:

اے میرے فرزند!

تمہارے لیے بہتر اور مناسب یہی ہے کہ تمہارا ہر قول و فعل اور عمل شریعت کے مطابق ہو۔ کیوں کہ شریعت کی پیروی کے بغیر علم و عمل سراسر گمراہی ہے۔ صوفیوں کی بے جانتاویلات اور خلاف شرع بکواس سے دھوکہ نہ کھانا، کیوں کہ سلوک و تصوف کا راستہ مجاہدہ (سخت عبادت و مشقت) کے بغیر اور نفسانی خواہشات کا سر ریاضت کی تلوار سے کاٹے بغیر طے نہیں کیا جاسکتا۔ بیجا تاویلات اور اول فول بکنے سے تصوف کی راہ طے نہیں ہوتی۔ جان لو کہ بڑبڑانے والی زبان اور غفلت و شہوت میں مبتلا دل، بد بختی کی علامت ہے۔ جب تک مجاہدے کی تلوار سے اپنے نفس کو قتل نہیں کرو گے۔ معرفت کے نور سے تمہارا دل روشن نہیں ہوگا۔

ذوقی چیز الفاظ سے بیان نہیں کی جاسکتی :

میرے عزیز!

تم نے بعض ایسے مسائل دریافت کیے ہیں، جن کا مباحثہ جواب تحریری اور زبانی طور پر دیا جانا درست نہیں۔ جب تم اس مقام و مرتبہ پر پہنچ جاؤ گے تو خود ہی ان مسائل کی حقیقت جان لو گے۔ یہ مسائل ذوقی اور وجدانی ہیں۔ ان کی حقیقت کا علم و

ادراک تقریباً محال ہے اور جو چیز ذوقی ہو، اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے میٹھی چیز کی حلاوت (مٹھاس) اور کڑوی چیز کی کڑواہٹ ذوق سے معلوم کی جاتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نامرد شخص نے اپنے دوست کو خط لکھا کہ اس کو ہمبستری کی لذت سے آگاہ کرے۔ اس پر اس کے دوست نے جواب دیا کہ اے فلاں! میں تم کو اب تک صرف نامرد ہی سمجھتا تھا، لیکن اب معلوم ہوا کہ نامرد کے ساتھ تم بے وقوف بھی ہو۔ ہمبستری کی لذت ایک ذوقی چیز ہے۔ اگر تم ہمبستری کی لذت پر قادر ہو جاؤ گے تو خود ہی اس کی لذت سے واقف ہو جاؤ گے، ورنہ الفاظ کی مدد سے اس کی تفہیم ممکن نہیں۔

سالک کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں:

اے میرے بیٹے!

تمہاری طرف سے پوچھے گئے بعض مسائل اسی نوعیت (ذوقی) کے ہیں اور تمہارے بعض سوال کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ ”احیاء العلوم“ وغیرہ میں ہم نے ان مسائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہاں ان میں سے بعض مسائل تحریر کیے جاتے ہیں تو غور سے سنو! سالک (سلوک و معرفت کے راستے میں قدم رکھنے والے) کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں۔

اول: درست اعتقاد اور صحیح عقیدہ کہ اس میں کسی قسم کی بدعت کا دخل نہ ہو۔

دوم: توبۃ النصوح یعنی سچی توبہ کہ اس کے بعد گناہ کا ارتکاب نہ ہو۔

سوم: اپنے دشمنوں کو راضی کرنا کہ تم پر کسی کا کوئی حق باقی نہ رہے۔

چہارم: علم شریعت کا حصول اس مقدار میں کہ احکام الہی کی بجا آوری میں وہ تمہارا معاون بن سکے۔ اس کے علاوہ دیگر مفید علوم (یعنی مصالح آخرت سے متعلق

علوم) جو تمہاری نجات کا سبب بن سکیں۔ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے چار سو اساتذہ کی خدمت کی اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں پڑھیں اور ان میں سے صرف ایک حدیث منتخب کر کے اس پر عمل کرنے لگا اور باقی کو چھوڑ دیا۔ کیوں کہ غور و فکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہی ایک حدیث میری فلاح اور نجات کے لیے کافی ہے، اس لیے میں نے اسی ایک حدیث پر اکتفا کر لیا۔ کیوں کہ اس حدیث میں اولین و آخرین کا علم موجود ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا کہ جتنا دنیا میں رہنا ہے، اتنا دنیا کے لیے عمل کرو اور جتنا آخرت میں رہنا ہے، اتنا آخرت کے لیے عمل کرو اور اللہ رب العزت کے لیے اتنی عبادتیں کرو جتنا تو اس کا محتاج ہے اور جہنم کے لیے اتنا ہی عمل (گناہ) کرو جتنا تو اس کے عذاب کو برداشت کر سکو۔

علم کے آٹھ عظیم فائدے:

اے نو نظر!

جب تم اس حدیث کو جان کر عمل کرو گے تو پھر تمہیں زیادہ علم کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ایک اور حکایت سنو اور اس پر غور کرو اور وہ یہ کہ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شقیق (بن ابراہیم) بلخی علیہ الرحمہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ ایک دن انہوں نے ان (حاتم اعم) سے دریافت کیا کہ تم میری صحبت میں تیس سال رہے، اس مدت میں تم نے کیا حاصل کیا؟ شیخ حاتم اعم نے جواب دیا: آپ کی صحبت میں رہ کر میں نے علم کے آٹھ فوائد حاصل کیے اور یہی میرے لیے کافی ہیں اور مجھے امید ہے کہ ان پر عمل کرنے میں میری نجات ہے۔ حضرے شقیق بلخی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ علم کے وہ آٹھ فوائد کیا ہیں؟

حضرت حاتم اہم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ وہ آٹھ فوائد یہ ہیں :-

پہلا فائدہ : میں نے لوگوں کی طرف نظر کیا تو پایا کہ ان میں سے ہر شخص کا کوئی نہ کوئی محبوب اور معشوق ہے، جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اس سے عشق کا دم بھرتا ہے۔ لیکن لوگوں کے محبوب اور ساتھی ایسے ہیں کہ ان میں سے کچھ مرض الموت تک ساتھ دیتے ہیں اور کچھ قبر تک دوستی نبھاتے ہیں۔ اس کے بعد اس کو اکیلا اور تنہا چھوڑ کر واپس چلے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ قبر میں نہیں جاتے ہیں۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) میں نے غور و فکر کیا اور دل ہی دل میں کہا: انسان کا سب سے بہتر اور اچھا دوست تو وہ ہے، جو اس کے ساتھ اس کی قبر میں جائے اور وہاں اس کا انیس و غم خوار بنے۔ تو سوائے اعمالِ صالحہ (نیک کاموں) کے میں نے کسی کو اچھا دوست نہیں پایا، اس لیے میں نے نیک اعمال کو اپنا محبوب اور دوست بنالیا، تاکہ یہ میری قبر میں چراغ کا کام کریں، میرا منس و غم خوار بنیں اور مجھے اکیلا نہ چھوڑیں۔

دوسرا فائدہ: میں نے دیکھا کہ بندگانِ خدا اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور نفسانی خواہشات کی طرف دوڑتے ہیں تو میں نے اللہ عزوجل کے قول میں غور کیا: واما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى، فان الجنة هي الماوى (اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے) اور میرا ایمان و یقین ہے کہ قرآن حق ہے اور اللہ کا فرمان سچا ہے۔ پس (اس کے بعد) میں اپنے نفس کی مخالفت پر آمادہ اور عبادت و ریاضت کے لیے تیار ہو گیا اور نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کی۔ یہاں تک کہ اللہ کی اطاعت پر راضی ہو گیا اور اس کے حکم کے آگے اپنی گردی جھکا دی۔

تیسرا فائدہ: میں نے دیکھا کہ ہر شخص دنیاوی مال و دولت جمع کرنے اور اسے

ذخیرہ کرنے میں لگا ہوا ہے تو میں نے اللہ رب العزت کے فرمان میں غور و فکر کیا: ”ما عندکم ینفد و ما عند اللہ باقی“ (جو کچھ تمہارے پاس ہے، وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے) پس میں نے اپنا دنیاوی ساز و سامان رضائے الہی کے لیے خرچ کر دیا اور اپنی دولت غریبوں، مسکینوں میں تقسیم کر دی، تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ذخیرہ ہو جائے (اور یہ صدقات و خیرات آخرت میں میرے کام آسکیں)۔

چوتھا فائدہ : میں نے دیکھا کہ بعض لوگ یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ شرافت و بزرگی اور عزت و شوکت، قوموں اور قبیلوں کی کثرت میں ہے۔ پس یہ لوگ قوم اور قبیلہ کی کثرت پر ناز کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ عزت و شرف، مال و دولت اور اولاد کی کثرت میں ہے، لہذا وہ اسی پر فخر کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بزرگی اور عزت لوگوں کا مال ہڑپ لینے، ان پر ظلم کرنے اور ان کو قتل کرنے میں ہے اور ایک گروہ اس فاسد گمان میں مبتلا ہے کہ دولت کا بے تحاشا خرچ اور اسراف و تبذیر (فضول خرچی) ہی بزرگی کی دلیل ہے۔ پس میں نے اللہ عز و جل کے فرمان پر غور کیا: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ لہذا میں نے تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کر لی اور اس بات پر پختہ یقین رکھا کہ قرآن حق ہے اور سچا ہے اور مذکورہ گروہوں کا گمان فاسد اور باطل ہے۔

پانچواں فائدہ : میں نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسری کی برائی کرتے ہیں اور ایک دوسری کی غیبت میں مبتلا ہیں۔ جب (اس حقیقت پر غور کیا تو) معلوم ہوا کہ یہ دراصل مال و دولت، جاہ و مرتبہ اور علم پر حمد کرنے کی وجہ ہے۔ پس میں نے اللہ رب العزت کے قول پر غور کیا: نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیاۃ الدنیا (ہم نے ان کی معیشت اور زندگی گزارنے کے ساز و سامان دنیاوی زندگی میں تقسیم کر دیا) تو میں نے

جان لیا کہ مال و دولت اور علم و منصب کی تقسیم اللہ رب العزت کی طرف سے ازل (روزِ اول) ہی میں ہو چکی ہے۔ لہذا میں نے کسی پر حسد نہیں کیا اور رب کی تقسیم پر راضی ہو گیا۔

چھٹا فائدہ : میں نے دیکھا کہ لوگ دنیاوی غرض یا کسی اور مقصد کے تحت ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہیں۔ تو میں نے اللہ رب العزت کے قول پر غور کیا: ”ان الشیطان للانسان عدو مبین“ (بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے) اور مجھے معلوم ہو گیا کہ شیطان کے علاوہ کسی اور سے دشمنی جائز اور درست نہیں ہے۔

ساتواں فائدہ : میں نے دیکھا کہ ہر شخص رزق اور روزی روٹی کے لیے حد سے زیادہ محنت اور کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ مال مشکوک اور حرام مال کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کر کے اپنی عزت کھو بیٹھتا ہے۔ لہذا میں اللہ رب العزت کے فرمان: ”و ما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا“ (اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو) تو مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا رزق بھی اللہ رب العزت کے ذمہ ہے اور وہی میرے رزق کا ضامن ہے، پس میں اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور اس کے ماسوا سے اپنی امید ختم کر دی۔

آٹھواں فائدہ : میں نے دیکھا کہ ہر شخص اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز پر بھروسہ کیے بیٹھا ہے۔ بعض لوگ درہم و دنیا پر بھروسہ کرتے ہیں اور بعض مال و دولت اور حکومت و سلطنت پر۔ بعض افراد صنعت و حرفت اور تجارت پر بھروسہ کرتے ہیں اور بعض اسی کے مثل دوسری اشیا پر۔ پس میں نے اللہ رب العزت کے اس فرمانِ عالیشان پر غور کیا: ”و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا“ (جو اللہ پر بھروسہ کرے، وہی اس کے لیے کافی ہے۔ بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے۔ بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے)۔ حضرت شقیق

بلخی رحمۃ اللہ علیہ (اپنے ہونہار شاگرد حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ مذکورہ آٹھویں فوائد سن کر) فرمایا: اللہ تمہیں نیکیوں کی توفیق دے۔ میں نے توریت، زبور، انجیل اور قرآن کا مطالعہ کیا تو پایا کہ یہ چاروں کتابیں انہیں آٹھوں فائدے کے ارد گرد گھومتی ہیں (یعنی یہ چاروں کتب انہیں فائدہ پر مشتمل ہیں)، لہذا جس نے ان فائدہ پر عمل کیا، گو یا اس نے ان چاروں کتابوں پر عمل کر لیا۔

پیر و مرشد کی ضرورت:

اے میرے نخت جگر!

ان دونوں حکایتوں سے تم کو معلوم ہو گیا کہ زیادہ علم (یعنی غیر ضروری علم) کی ضرورت نہیں ہے۔ (یعنی انسان کے پاس علم کم ہو تو کوئی بات نہیں، عمل زیادہ ہونا چاہیے)۔ اب میں تمہیں ایسی باتیں بتاتا ہوں جو حق کا راستہ طے کرنے والے سالک (مرید) کے لیے ضروری ہیں۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ سالک کو ایک ایسے مرشد کامل کی ضرورت ہے جو اس کی رہنمائی کرنے والا اور (اس کے ظاہر و باطن کی) تربیت کرنے والا ہو، تاکہ وہ اپنی تربیت کے ذریعے سالک کے اندر سے برے اخلاق کو نکال کر اس کو اچھے اخلاق کا خوگر بنا دے۔ تربیت کی مثال اس کسان جیسی ہے جو کھیتی باڑی کے دوران غیر ضروری گھاس پھوس اور بیکار پودوں کو اکھاڑ پھینکتا ہے، تاکہ فصل اچھی طرح اُگے اور غلہ و اناج مکمل طریقے سے آئے۔ ٹھیک اسی طرح ایک مرید اور سالک کے لیے ایسے شیخ کامل کی ضرورت ہے جو اس کی اچھی طرح تربیت کرے اور راہ خدا کی طرف اس کی رہنمائی کرے۔ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے پاس انبیائے کرام و رسولانِ عظام کو اس لیے بھیجا، تاکہ وہ ان کو حق کا راستہ

(صراطِ مستقیم) بتائیں۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا وصال ہو گیا، تو اللہ رب العزت نے ان کی جگہ ان کے خلفا اور نائبین (علمائے کرام و مشائخ عظام) کو مقرر فرمایا، تاکہ وہ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتے رہیں۔

پیرِ کامل اور مرشدِ کامل کی پہچان:

اور وہی شیخِ کامل (پیرِ کامل) ہمارے سردار جناب محمد عربی رومی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، جو عالم ہو۔ لیکن ہر عالم اور پیرِ خلافت (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جاں نشینی) کا مستحق نہیں ہوتا اور میں تمہیں شیخِ کامل کی کچھ علامتیں اور نشانیاں بیان کرتا ہوں، تاکہ اچھی طرح ان کی شناخت ہو سکے اور ہر شخص مرشد (شیخِ پیر) بننے کا دعویٰ نہ کر سکے۔ تو سن لو! سچا اور کامل مرشد وہ ہے جو دنیا کی محبت اور جاہ و منصب کی چاہت سے دوری اختیار کرے (یعنی وہ دنیاوی محبت میں مبتلا نہ ہو)۔ وہ کسی صاحب بصیرت پیر کا مرید اور پیر و کار ہو۔ اس کا سلسلہ طریقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہو۔ وہ احسان کرنے والا اور نیک کام کرنے والا ہو۔ وہ ریاضتِ نفس یعنی اپنے نفس کو مشقت میں ڈالنے کا عادی ہو۔ وہ کم کھائے، کم بولے اور کم سوتے۔ کثرت سے نفل نمازیں پڑھے۔ خوب خوب صدقہ و خیرات کرے اور زیادہ سے زیادہ روزے رکھے۔ وہ کسی پیرِ کامل کی صحبت میں رہے اور اس کی پیروی کر کے خود کو اچھے اعمال و اخلاق کا حامل بنائے اور وہ نیک اعمال و اخلاق یہ ہیں: صبر، نماز، شکر، توکل، یقین، سخاوت، قناعت، طہانیتِ نفس، حلم (برّ باری)، تواضع (عاجزی و خاکساری)، علم، صداقت و سچائی، حیا، ایفائے عہد (وعدہ پورا کرنا)، سکون و وقار، جلدی بازی سے گریز اور اس کے مثل دیگر اعمالِ حسنہ کو وہ انجام دے (تب کہیں جا کر وہ مرشدِ کامل اور پیرِ کامل ہوگا)۔

جو پیر اور شیخ ان خوبیوں کا مالک ہو، وہ درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار میں سے ایک نور ہے اور وہ اس لائق ہے کہ ان کی پیروی کی جائے۔ لیکن ایسے پیر کامل کا ملنا بڑا دشوار ہے۔ لیکن سعادت مند انسان کو ایسا پیر کامل مل جاتا ہے۔ اب اگر کسی کو ایسا پیر مل جائے اور وہ اس کو (مرید کی حیثیت سے) قبول کر لے تو اب مرید اور سالک کے لیے ضروری ہے کہ اپنے پیر کا ظاہری اور باطنی طور پر احترام کرے۔ پیر و مرشد کا ظاہری احترام یہ ہے کہ مرید اپنے پیر سے بحث و مباحثہ نہ کرے اور کسی مسئلے میں ان پر اعتراض نہ کرے، اگرچہ وہ غلطی پر ہو۔ اپنے پیر اور شیخ کے سامنے چادر بچھا کر نہ بیٹھے۔ ہاں! نماز کے وقت چادر بچھا سکتا ہے اور نماز کے بعد اس چادر کو اٹھا کر رکھ دے۔ نیز پیر کے سامنے کثرت سے نفل نمازیں نہ پڑھے اور حتی المقدور پیر کے حکم پر عمل کرے اور پیر کا باطنی احترام یہ ہے کہ جو کچھ ظاہر میں اپنے پیر سے سنے اور اس کو قبول کر لے، اب باطن میں قولاً و عملاً ان کی باتوں کا انکار نہ کرے۔ کیوں کہ ایسا کرنے پر وہ نفاق سے موسوم کیا جائے گا (یعنی ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ، یہ منافقت کی علامت ہے) اور برے لوگوں (بد عقیدہ) کی صحبت سے پرہیز کرے، تاکہ شیطان جن اور شیطان انس کے بہکاوے میں نہ آنے پائے۔ شیطان کے شر اور وسوسوں سے بچنے کا یہی طریقہ ہے اور ہر حال میں غریبی اور مفلسی کو امیری اور مال داری پر ترجیح دے اور امیری کے مقابلے میں غریبی کو پسند کرے۔

شریعت پر ثابت قدمی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ ہی اصل تصوف ہے:

پھر یہ بھی جان لو کہ تصوف کی دو خصلتیں اور دو خصوصیتیں ہیں:

اول: شریعت پر ثابت قدم رہنا۔

دوم: حسنِ اخلاق کا مظاہرہ۔ جو شخص شریعت پر ثابت قدم رہے اور شرعی احکام کی پابندی کرے، لوگوں سے حسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور ان کے ساتھ بردباری کا معاملہ کرے، دراصل وہی صوفی ہے۔ استقامت یہ ہے کہ بندہ اپنی نفسانی خواہشات کو شریعت کی خاطر قربان کر دے اور لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق یہ ہے کہ تم اپنی خواہشات پر لوگوں مسلط نہ کرو، بلکہ لوگوں کی خواہشات کو اپنے اوپر مسلط کرو، جب تک کہ لوگ شریعت کے خلاف عمل نہ کریں (اور جب لوگ شریعت کے خلاف عمل کریں، اس وقت ان کی خواہشات کا احترام نہ کیا جائے۔ بلکہ ہر حال میں شریعت کی پیروی کو مقدم رکھا جائے)۔

عبودیت کی بنیاد تین چیزوں پر ہے:

تم نے ”عبودیت“ کے بارے میں بھی سوال کیا ہے تو جان لو کہ عبودیت کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ (۱) شریعت کے احکام کی پابندی۔ (۲) قضا و قدر (تقدیر) اور اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا۔ (۳) اللہ کی رضا اور خوشنودی طلب کرنے کی خاطر اپنی خوشی کو ترک کر دینا۔ اور تم نے ”توکل“ کے بارے میں بھی سوال کیا ہے۔ توکل یہ ہے کہ تمہارا عقیدہ مضبوط ہو ان چیزوں کے بارے میں، جن کو عطا کرنے کا اللہ عز و جل نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ یعنی تم یہ عقیدہ رکھو کہ جو کچھ تمہارے نصیب میں لکھا ہے اور مقرر کیا گیا ہے، وہ تمہیں ہر حال میں ملے گا، چاہے پوری دنیا اس کو روکنے کی کوشش کرے اور جو کچھ تمہارے نصیب میں نہیں ہے، وہ تمہیں نہیں ملے گا، اگرچہ پوری دنیا تمہاری مدد کے لیے سامنے آجائے اور تم نے ”اخلاص“ کے بارے میں بھی پوچھا ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ تمہارے سارے اعمال (کام) اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوں اور اس سلسلے میں تمہیں نہ لوگوں کی تعریف سے خوشی حاصل ہو اور نہ لوگوں کی مذمت کی کوئی پرواہ۔ اور

جان لو کہ ”ریا کاری“ لوگوں کی تعظیم سے پیدا ہوتی ہے (یا لوگوں کو بڑا سمجھنے کے سبب پیدا ہوتی ہے) اور ریا کاری کا علاج یہ ہے کہ تم لوگوں کو قدرتِ الہی کے تحت مسخر (حکم کے پابند) سمجھو اور ان کو نفع و نقصان پہنچانے میں پتھروں کے مثل خیال کرو۔ کیوں کہ تم جب تک لوگوں کو صاحبِ قدرت و اختیار سمجھتے رہو گے، ریا کاری سے چھٹکارا نہیں پاؤ گے اور ریا کاری تم سے دور نہیں ہوگی۔

علم پر عمل کرو، غیر معلوم علم بھی حاصل ہو جائے گا:

اے میرے فرزند !

تمہارے بعض سوالوں کے جوابات میری کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، وہاں تلاش کرو اور تمہارے کچھ سوال ایسے ہیں جن کا جواب دینا حرام و ممنوع ہے۔ تمہارے پاس جتنا علم ہے، اس پر عمل کرو، تاکہ جو نہیں جانتے ہو، وہ بھی تم پر ظاہر ہو جائے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے، اللہ اسے غیر معلوم علم کا بھی وارث (عالم) بنا دیتا ہے۔

اے میرے عزیز! آج کے بعد کسی بھی مشکل اور غلجان کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا۔ ہاں! مشکل امور میں غور و فکر سے کام لیتے رہنا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: ”و لو انهم صبروا حتی تخرج اليهم لكان خيرا لهم“ (اگر وہ صبر کرتے اور آپ خود ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا) اور اس معاملے میں حضرت خضر علیہ السلام سے نصیحت حاصل کرو جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ”فلا تسئلنی عن شیء حتی احدث لك منه ذکرا“ (تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھنا، جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں) اور

عجلت (جلدی بازی) سے کام نہ لو۔ جب وقت آئے گا تو تم پر ساری حقیقت ظاہر کر دی جائے گی۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ”ساو ریکم آیاتی فلا تستعجلون“ (میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا، مجھ سے جلدی نہ کرو)۔ اور وقت سے پہلے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرو اور اس بات پر یقین رکھو کہ حق کے راستے پر چلتے رہنے سے بالآخر منزل مقصود مل ہی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے: ”اولم یسیر وافی الارض“ (کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے)۔

سلوک و معرفت کا علم حاصل کرنے میں جان کی بازی لگا دو:

اے میرے فرزند! خدا کی قسم! اگر تم سلوک و معرفت (تصوف) کے راستے پر چلو گے تو ہر منزل پر قدرت کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کرو گے۔ سلوک و معرفت کے حصول میں اپنی جان نچھاور کر دو، کیوں کہ جان نچھاور کرنا ہی راہ سلوک کی اصل ہے۔ جیسا کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد سے کہا تھا: اگر تم جان نچھاور کرنے کی قدرت رکھتے ہو تو اس میدان (سلوک و معرفت) میں آؤ، ورنہ صوفیائے کرام کے تنگ و تاریک راستوں پر چلنے کی کوشش نہ کرو۔

عزیزم! میں تجھے آٹھ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں:

اے میرے لخت جگر! میں تمہیں آٹھ (۸) باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ ان کو میری طرف سے قبول کرو، تاکہ تمہارا علم قیامت کے دن تمہارا دشمن اور تمہارے خلاف حجت نہ بن جائے۔

(وہ اٹھ نصیحتیں یہ ہیں کہ) چار باتوں پر عمل کرو اور چار چیزوں کو چھوڑ دو۔ چھوڑنے والی چیزوں میں سے پہلی چیز یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے تم کسی مسئلے میں کسی سے مناظرہ (بلا وجہ بحث و مباحثہ) نہ کرو۔ کیوں کہ مناظرے میں بہت ساری آفتیں اور مصیبتیں ہیں۔ اس کا گناہ (نقصان) اس کے فائدے سے بڑھ کر ہے اور یہ ہر قسم کی بری خصلتوں مثلاً: ریاکاری، حسد، غرور و تکبر، بغض و کینہ، عداوت اور فخر و مباہات کی جڑ ہے۔ ہاں! اگر کسی مسئلے میں تمہارا کسی سے اختلاف ہو جائے اور تمہارا ارادہ (مقصد) حق کو ظاہر کرنا ہو اور خاموش رہنے کی صورت میں حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، تو اس وقت بحث و مناظرہ جائز ہے۔ لیکن اس کے لیے دو شرطیں ہیں: (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ تم اس بات میں بالکل فرق نہ کرو کہ حق تمہاری زبان سے ظاہر ہو رہا ہے یا غیر (مُدِّ مقابل) کی زبان سے۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ تنہائی میں بحث و مناظرہ کا ہونا تمہارے نزدیک مجمع عام میں ہونے سے بہتر ہو۔

جاہل عوام مریض ہیں اور علمائے کرام ان کے روحانی طبیب:

میں تم سے ایک فائدے کی بات بیان کرتا ہوں، غور سے سنو! جان لو کہ مشکلات (مسائل اور الجھن) کے بارے میں سوال کرنا گویا دل کی بیماری کو طبیب (ڈاکٹر) کے سامنے پیش کرنا ہے اور اس کا جواب گویا اس بیماری کی اصلاح کی کوشش کرنا ہے۔ جان لو کہ جاہل عوام دل کے مریض ہوتے ہیں اور علمائے کرام روحانی طبیب ہیں۔ ناقص عالم اچھے طریقے سے علاج نہیں کر سکتا اور اسی طرح کامل عالم ہر قسم کے روحانی مریض کا علاج نہیں کر سکتا۔ عالم کامل اسی مریض کا علاج کر سکتا ہے جس کے بارے میں پوری امید ہے کہ وہ علاج اور مشورے کو قبول کرے گا۔ پرانی اور دائمی

مرض علاج کو قبول نہیں کرتا (یعنی پرانی بیماری علاج سے ختم نہیں ہوتی) اب ماہر حکیم کو چاہیے کہ ایسے مرض کے بارے میں صاف لفظوں میں کہہ دے کہ یہ لا علاج مرض ہے۔ لہذا اس قسم کے مرض (لا علاج بیماری) کے علاج میں مشغول نہ ہوں، کیوں کہ اس کا علاج کرنا گویا اپنے وقت اور عمر کو ضائع کرنا ہے۔ پھر یہ بات بھی اچھی طرح جان لو کہ جہالت کے مریضوں کی چار قسمیں ہیں۔ ایک جاہل مریض علاج قبول کرتا ہے اور باقی تین مریض علاج (یعنی علمائے کرام کی اصلاح) قبول نہیں کرتا۔ جو روحانی مریض علاج قبول نہیں کرتا، اس کی پہلی قسم وہ ہے، جس کا اعتراض و سوال حسد اور بغض پر مبنی ہوتا ہے۔ تم اس کے سوال کا جواب اگرچہ اچھے طریقے سے فصاحت و وضاحت کے ساتھ دے دو، لیکن اس پر اثر نہیں کرے گا اور اس کے بغض و عداوت اور حسد میں کمی ہونے کے بجائے اضافہ ہی ہوگا۔ (ایسے جاہل مریض کے لیے) بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کے سوال کا جواب نہ دیا جائے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

كُلُّ الْعَدَاوَةِ قَدْ تُرْجَى إِزَالَتُهَا
إِلَّا عَدَاوَةً مِنْ عَادَاكَ عَنْ حَسَدٍ

ہر قسم کی دشمنی کے ازالے (ختم ہونے) کی امید کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس دشمنی کا علاج ممکن نہیں جو حسد کی وجہ سے ہو۔ اب بہتر اور مناسب یہی ہے کہ ایسے مریض سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور اس کو اس کی حالت پر (بیماری پر) چھوڑ دیا جائے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا قول ہے: ”فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوة الدنیا“ تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھر اور دنیاوی زندگی چاہی۔

حسد کرنا گویا اپنے عمل کی کھیتی میں آگ لگانا ہے:

حسد اپنے قول و فعل سے اپنے عمل کی کھیتی میں آگ لگادیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسد نیکیوں کو اس طرح کھاجاتا ہے (ختم کر دیتا ہے) جیسے آگ لکڑی کو۔ دوسرا مریض وہ ہے جس کی بیماری اس کی حماقت اور بے وقوفی کا نتیجہ ہے۔ یہ شخص بھی علاج (اصلاح) قبول نہیں کرتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مردے زندہ کر سکتا ہوں۔ لیکن کسی احمق کا علاج نہیں کر سکتا۔ احمق آدمی وہ ہے جو کچھ دنوں تک علم سمجھتا ہے اور تھوڑا بہت دینی و عقلی علم حاصل کر لیتا ہے اور اپنی حماقت اور بے وقوفی کے سبب کسی بڑے عالم سے۔ جس کی پوری زندگی علوم عقلی و شرعی کی تحصیل و ترویج میں گزری ہے۔ سے طرح طرح کا سوال کرتا ہے اور ان پر اعتراض کرتا ہے اور یہ جاہل احمق اس گمان میں مبتلا رہتا ہے کہ جو مسئلہ اس کے لیے مشکل اور دشوار ہے۔ وہ اس عالم کبیر کے لیے بھی مشکل اور دشوار ہوگا۔ جب اس بے وقوف احمق کو اتنا بھی علم نہیں ہے تو پھر اس کا سوال سوائے حماقت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ لہذا ایسے احمق کے سوال کا جواب دینے سے گریز کرنا چاہیے۔

تیسرا جاہل مریض (جو علاج قبول نہیں کرتا) وہ ہے جو ہدایت و اصلاح کا طالب ہوتا ہے اور اکابر علما کے کلام کو نہ سمجھنا اس بات پر محمول کرتا ہے کہ وہ خود اس کے عقل و فہم کا قصور ہے اور اس کا سوال فائدہ اٹھانے کی غرض سے ہوتا ہے۔ لیکن غبی اور کند ذہن ہونے کے سبب مسئلے کی حقیقت تک نہیں پہنچ پاتا ہے۔ ایسے شخص کے سوال کا بھی جواب نہیں دینا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم گروہ انبیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کی عقلوں کے مطابق گفتگو کریں۔

رہا وہ مریض جو علاج و اصلاح قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، وہ شخص

ہے جو ہدایت کا طالب، عقل مند اور سمجھدار ہوتا ہے۔ حسد، غضب و غصہ اور شہوت اس پر غالب نہیں ہوتی۔ وہ جاہ و منصب اور مال و دولت کا طلب گار نہیں ہوتا، بلکہ صراطِ مستقیم پر چلنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ اس کا سوال اور اعتراض حسد، پریشان کرنے اور امتحان کی غرض سے نہیں ہوتا۔ یہ شخص علاج و اصلاح قبول کرتا ہے۔ ایسے شخص کے سوال کا جواب دینا تمہارے لیے جائز ہے، بلکہ اس کا جواب تم پر واجب ہے۔

(جن باتوں کو چھوڑنا ضروری ہے، ان میں سے) دوسری بات یہ ہے کہ تم واعظ و ناصح (مقرر) بننے سے ڈرو اور اس سے بچو، کیوں کہ اس کام میں بہت ساری آفتیں اور مصیبتیں ہیں۔ ہاں! جب اپنے قول پر پہلے خود عمل کرنے لگو تو وعظ و نصیحت میں کوئی حرج نہیں۔ پہلے خود عمل کرو، پھر دوسروں کو نصیحت کرو اور اس سلسلے میں اس قول کو یاد رکھو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (من جانب اللہ) کہا گیا تھا: اے ابن مریم! پہلے اپنی نفس کو نصیحت کرو یعنی پہلے اپنی اصلاح کرو، اس کے بعد لوگوں کو نصیحت کرو، ورنہ اپنے رب سے حیا کرو اور اگر تم وعظ و نصیحت کے کام میں مبتلا کر دیے جاؤ تو دو چیزوں سے پرہیز کرو۔ اول: اپنے کلام اور گفتگو میں تکلف اور تصنع (بناوٹ) کی آمیزش نہ ہونے دو۔ وعظ و نصیحت میں عبارت آرائی (لکھے دار اور بناوٹی گفتگو) بے مقصد اشارات، غیر مستند روایات و واقعات اور فضول اشعار لانے سے گریز کرو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ تصنع اختیار کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ حد سے متجاوز تکلف و تصنع، باطن کے فساد و بگاڑ اور قلب کی غفلت پر دلالت کرتا ہے۔

تقریر اور وعظ و نصیحت کا مطلب:

تذکیر (یعنی تقریر و نصیحت) کا مطلب یہ ہے کہ بندہ آخرت کے عذاب اور اللہ کی عبادت میں ہونے والی غلطیوں اور کوتاہیوں کو یاد کرے اور اپنی زندگی کے ان ایام

پرافسوس کرے جو فضول کاموں میں گزر گئے اور ان مشکلات کے بارے میں غور و فکر کرے جو عنقریب پیش آنے والی ہیں مثلاً: مرنے کے وقت ایمان کی سلامتی، جب ملک الموت روح قبض کرے گا، اس وقت کیا حالت و کیفیت ہوگی؟ قبر میں منکر نکیر کے سوال کا جواب دینے کی اس کے (بندے) اندر طاقت و قدرت ہے یا نہیں؟ قیامت کے دن میدانِ محشر میں اپنا حال درست رکھنے کے لیے اس نے اہتمام کیا ہے یا نہیں؟ (یعنی دنیا میں اعمالِ صالحہ انجام دیا ہے یا نہیں؟)۔ وہ پل صراط کو آسانی اور سلامتی کے ساتھ پار کر لے گا یا جہنم میں گر جائے گا؟ غرض کہ مذکورہ بالا تمام باتوں کا دل میں بار بار خیال لاتے رہنا، ان کو لے کر بے چین اور بیقرار رہنا، ان چیزوں کا خیال کر کے تڑپ اٹھنا اور ان مصیبتوں پر رونے اور گڑگڑانے کا نام ”تذکیر“ (وعظ/تبلیغ/تقریر) ہے۔

لوگوں کو مذکورہ چیزوں (عبادت و ریاضت میں کوتاہی، موت کی سختی، قبر و حشر اور جہنم وغیرہ کی ہولناکیوں) کی اطلاع اور خبر دینا اور ان کو ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر تنبیہ کرنا، ان کے عیوب و نقائص سے ان کو باخبر کرنا، تاکہ وعظ و نصیحت کی تاثیر اور اس کی حرارت اہل محفل میں محسوس کی جائے اور یہ مصائب و مشکلات (یعنی ان مصیبتوں کا ذکر) لوگوں کو رونے اور گڑگڑانے پر مجبور کر دے اور وہ حتی الامکان اپنی گذری ہوئی عمر کی تلافی کی کوشش کرنے لگیں اور زندگی کے جو ایام اللہ کی نافرمانی میں گزرے ہیں، اس پر وہ افسوس کرنے لگیں۔ اصلاح و تذکیر (نصیحت) کی انہیں مجموعی کیفیتوں کا نام ”وعظ“ ہے۔

واعظ اور مقرر کو لفاظی اور فضول عبارت آرائی سے پرہیز لازم ہے:

اگر آپ دیکھیں کہ سیلاب کسی شخص کے مکان میں داخل ہونے والا ہے اور

اس مکان میں وہ شخص اپنے اہل و عیال کے ساتھ موجود ہے تو آپ اس وقت (لفاطی و عبارت آرائی کے بجائے صرف یہ) کہو گے: الحذر الحذر فروا من السیل۔ یعنی بچو بچو! سیلاب سے بھاگو۔ کیا ایسے نازک وقت میں آپ کا دل یہ گوارا کرے گا کہ تم گھر والوں کو پُر تکلف عبارتوں (لفاطی کر کے) اور لُحھے دار اشاروں کے ذریعے سیلاب کے آنے کی خبر دو؟ نہیں ہرگز نہیں۔ تم کبھی ایسا نہیں کرو گے۔ کچھ یہی حال واعظ (مبلغ و مقرر) کا بھی ہے۔ لہذا واعظ و مبلغ کو چاہیے کہ وہ اپنے وعظ و تقریر میں لفاظی اور فضول عبارت آرائی سے پرہیز کرے۔

وعظ و تبلیغ کا مقصد کیا ہونا چاہیے:

وعظ و تبلیغ سے تمہارا مقصد یہ نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ تمہاری محفل میں بھاگتے ہوئے آئیں اور اپنے اندر وجد کی کیفیت پیدا کر کے کپڑے پھاڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ کہا جانے لگے کہ تمہاری محفل وعظ کتنی اچھی ہے! یہ ساری چیزیں دنیا داری کی علامت اور غفلت قلب کی پیداوار ہیں۔ بلکہ وعظ و تبلیغ سے تمہارا مقصد اور ارادہ یہ ہونا چاہیے کہ تم لوگوں کو دنیا سے آخرت کی طرف، گناہ سے نیکی کی طرف، حرص و ہوس سے قناعت اور بے نیازی کی طرف، نخل سے سخاوت کی طرف اور غرور و تکبر سے تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف بلاؤ۔ ان کے دلوں میں آخرت کی محبت اور دنیا کی نفرت پیدا کرو اور ان کو عبادت و تقویٰ (یعنی شریعت و طریقت) کا علم سکھاؤ۔ عام طور پر لوگوں کی طبیعتیں شریعت کے راستے سے ہٹ کر اللہ کو ناراض کرنے والے کاموں اور گھٹیا اخلاق کی طرف جلد مائل و مشغول ہو جاتی ہیں، اس لیے ان کے دلوں میں اللہ کا ڈر، اس کی خشیت اور اس کا خوف پیدا کرو اور ان کو (مرنے کے بعد) پیش آنے والے

خوفناک احوال و واقعات سے ڈراؤ، تاکہ ان کے ظاہری و باطنی احوال میں تبدیلی آئے اور وہ اطاعت (شریعت کی پیروی) میں حرص و رغبت ظاہر کر کے گناہوں سے دور رہے۔ وعظ و نصیحت کا یہ سب سے بہتر طریقہ ہے اور جو وعظ (بیان و تقریر) ایسا نہ ہو، وہ واعظ اور سامع دونوں کے لیے وبال اور ہلاکت کا سبب ہے۔ کہا گیا ہے کہ ایسا واعظ (جو مذکورہ باتوں پر توجہ نہ دے) اس جن اور شیطان کی طرح ہے جو لوگوں کو راہِ راست سے ہٹا کر ہلاک کر دیتا ہے۔ لہذا لوگوں پر ضروری ہے کہ وہ ایسے مکار واعظ سے دور و نفور رہے۔ کیوں کہ ایسا واعظ دین کو اتنا شدید نقصان پہنچاتا ہے کہ شیطان بھی اتنا نقصان نہیں پہنچاتا۔ اب جس کے اندر طاقت و قدرت ہے، اس پر لازم کہ ایسے واعظ کو مسلمانوں کے ممبروں (اسٹیج) سے نیچے اتار دے اور اس کو وعظ کہنے سے روکے۔ کیوں کہ ایسا کرنا بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں شامل ہے۔

امرا و سلاطین سے میل جول نہ رکھو:

تیسری بات جس سے بچنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ امرا و سلاطین سے میل جول نہ رکھو اور نہ ان کی طرف توجہ دو۔ کیوں کہ ان کی طرف توجہ دینا، ان کے ساتھ بیٹھنا اور ان سے میل جول رکھنا سخت آفت (مصیبت) کا کام ہے اور اگر اس معاملے (امرا و سلاطین کی قربت و ہم نشینی) میں پھنس جاؤ تو ان کی مدح و ستائش سے باز رہو، کیوں کہ اللہ رب العزت فاسق اور ظالم کی مدح و ستائش سے ناراض ہوتا ہے۔ جو شخص امرا و سلاطین کی داری عمر کی دعا کرتا ہے، وہ گویا روئے زمین پر اللہ کی نافرمانی کو پسند کرتا ہے۔

امرا و سلاطین سے تحفے اور نذرانے قبول نہ کرو:

چوتھی بات جسے ہر حال میں چھوڑ دینی چاہیے، وہ یہ ہے کہ امرا و سلاطین سے نذرانے اور تحفے و تحائف قبول نہ کرو، اگرچہ تمہیں معلوم ہو کہ وہ حلال ہیں (یعنی وہ نذرانے اور تحائف امیروں اور بادشاہوں کی حلال کمائی کے ہیں)۔ امیروں اور بادشاہوں سے امید اور لالچ فساد فی الدین کا سبب ہے۔ اس سے نرمی، طرف داری اور ظلم میں تعاون کا جذبہ پروان چڑھتا ہے اور یہ ساری چیزیں دین میں فساد اور بگاڑ پیدا کرتی ہیں۔ جب تم امرا و سلاطین سے نذرانے اور تحائف قبول کرنے اور ان کے عہدہ و منصب سے فائدہ اٹھانے لگو گے تو کم از کم اس کا اتنا نقصان تو ضرور ہوگا کہ تمہارے دل میں ان کی محبت پیدا ہو جائے گی اور یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی سلامتی اور درازی عمر کے لیے دعا ضرور کرتا ہے اور ظالم سے محبت کرنا گویا اللہ کی مخلوق پر ظلم کرنا اور دنیا کو برباد کرنا ہے تو اپنے دین اور عاقبت (انجام) کے لیے اس سے بڑھ کر نقصان دہ چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟

خبردار، ہوشیار! شیطان مردود کا دوسرا بعض لوگوں کا یہ قول تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے کہ امرا و سلاطین سے تحفے اور نذرانے لے کر غریبوں اور مسکینوں میں بانٹ دینا بہتر ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ بالعموم مال و دولت فسق و فجور اور گناہ کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں، لہذا گناہ کے کاموں میں خرچ کرنے سے بہتر یہی ہے کہ ان کے تحفے اور نذرانے قبول کر کے کمزوروں اور غریبوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔ شیطان ملعون نے اس فریب اور دوسوسے سے بیشمار لوگوں کو ہلاک و برباد کر دیا ہے۔ ہم نے اس کے متعلق تفصیلی گفتگو ”احیاء العلوم“ میں کی ہے، اس کی طرف رجوع کرو۔

چار نصیحتیں جن پر عمل ضروری ہے:

(۱) رہی وہ چار نصیحتیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے، ان میں سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہونا چاہیے، جیسا نیک معاملہ اور اچھا رویہ تمہارا غلام تمہارے ساتھ روا رکھتا ہے اور تم اس عمل سے خوش ہوتے ہو اور غلام کے اس رویہ سے نہ تمہارا دل تنگ ہوتا ہے اور نہ تم ناراض ہوتے ہو۔ تو جس طرح اپنے نافرمان غلام کی طرف سے غلط رویہ کو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے ہو، بھیک اسی طرح غلط رویے (نا فرمانی والا کام) کو تم اللہ رب العزت کے لیے ناپسند کرو۔ کیوں کہ اللہ عز وجل تمہارا حقیقی مالک ہے۔

(۲) دوسری نصیحت یہ ہے کہ عام لوگوں کے ساتھ تمہارا سلوک وہی ہونا چاہیے، جس طرح کا سلوک تم اپنے لیے لوگوں سے پسند کرتے ہو۔ کیوں کہ بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (آیت کریمہ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ۔ میں اسی کی طرف اشارہ ہے)۔

(۳) تیسری نصیحت یہ ہے کہ جب تم کوئی علم حاصل کرو یا کسی کتاب کا مطالعہ کرو تو اس سے تمہارا مقصد دل کی اصلاح اور نفس کی پاکیزگی حاصل کرنا ہونا چاہیے۔ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ اب تمہاری عمر اور زندگی کا صرف ایک ہفتہ باقی ہے تو اس وقت تم لامحالہ علم فقہ و مناظرہ اور اصول و کلام کی طرف توجہ نہیں دو گے۔ کیوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ ان علوم (آخری وقت میں) سے اب تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بلکہ زندگی کی اس آخری گھڑی میں تم مراقبہ قلب اور احوال نفس پر دھیان دو گے اور دنیاوی تعلقات سے منہ موڑ کر اپنے نفس کو برے اخلاق سے پاک کرنے کی کوشش

کرو گے۔ نیز اس وقت تم اللہ رب العزت کی محبت و عبادت اور صفاتِ حسنہ (اتجھے اخلاق و اوصاف) کے زیور سے خود کو مزین کرنے کی فکر کرو گے۔ انسان پر کوئی دن یا رات ایسی نہیں گذرتی جس میں اس کی موت کے آنے کا امکان نہ ہو (لہذا انسان کو چاہیے کہ چاہیے کہ وہ ہمیشہ ہر حال میں اللہ کی اطاعت و عبادت میں مشغول رہے اور برے اخلاق سے دور و نفور رہتے ہوئے اخلاقِ حسنہ سے خود کو مزین کرتا رہے)۔

علمِ اصلاحِ نفس (فہمہ و تصوف) کا سیکھنا فرض ہے:

اے میرے عزیز!

میری ایک بات دھیان سے سنو اور اس میں غور و فکر کرو، تاکہ تم نجات پا سکو۔ اگر تمہیں خبر ملے کہ ایک ہفتہ کے بعد شہر کا بادشاہ تم سے ملنے آ رہا ہے تو اس مدت میں لامحالہ تم ان تمام چیزوں کو درست کرنے کی کوشش کرو گے، جن کے بارے میں تمہیں گمان ہو کہ ان پر بادشاہ کی نظر پڑ سکتی ہے۔ مثلاً: کپڑے، بدن، گھر اور بستر وغیرہ۔ اب تم سمجھ جاؤ کہ میرا اشارہ کس طرف ہے؟ کیوں کہ تم عقل مند ہو اور عقل مند کے لیے ایک اشارہ کافی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت تمہارے چہروں اور تمہارے کاموں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ اگر تم احوالِ قلب (اصلاحِ نفس) کا علم سیکھنا چاہو تو ”احیاء العلوم“ کے علاوہ میری دوسری کتابوں کا مطالعہ کرو۔ اس علم (احوالِ قلب) کا سیکھنا فرض ہے، جب کہ اس کے علاوہ دیگر علم فرضِ کفایہ ہے۔ علمِ احوالِ قلب (یا علمِ دین) اتنی مقدار میں حاصل کرنا کہ جس سے اللہ رب العزت کے فرض کردہ احکام ادا کیے جاسکیں، فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(۴) چوتھی نصیحت یہ ہے کہ دنیاوی ساز و سامان میں سے اتنا ہی جمع کر کے رکھو جتنا تمہارے سال بھر کے اخراجات کے لیے کافی ہوں۔ جیسا کہ ہمارے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعض ازواجِ مطہرات کے لیے (ان کی نفسیات کے پیش نظر) پیشگی بچا کر رکھتے تھے اور یہ دعا فرماتے تھے: ”اللھم اجعل قوت آل محمد کففا“ اے اللہ! آل محمد ﷺ کو اتنا رزق عطا فرما جو ان کی ضرورت کے لیے کافی ہو۔ لیکن آپ ان ازواج کے لیے ایسا کرتے تھے جن کے دل میں کچھ کمزوری دیکھتے اور جہاں تک صابرہ اور صاحب یقین ازواج کی بات ہے تو ان کے لیے ایک دن یا نصف دن سے زیادہ کا سامان بچا کر نہیں رکھتے تھے۔

اے میرے لختِ جگر!

اس مختصر رسالے میں ہم نے تمہارے سارے سوالات کے جوابات لکھ دیے ہیں۔ اب تمہاری لیے ضروری ہے کہ ان پر عمل کرو اور اپنی نیک دعاؤں میں مجھے یاد رکھو اور وہ جو دعا کے بارے میں تم نے سوال کیا ہے تو صحاحِ ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی) میں مذکور دعائیں تلاش کرو اور مندرجہ ذیل دعا اکثر اوقات بالخصوص نمازوں کے بعد پڑھا کرو (ما نگا کرو)۔



اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ التَّعَمَّةِ تَمَامِهَا وَمِنَ الْعِصْمَةِ دَوَامِهَا وَمِنَ
الرَّحْمَةِ شَمُولِهَا وَمِنَ الْعَافِيَةِ حُصُولِهَا وَمِنَ الْعَيْشِ أَرْغَدَهُ وَمِنَ الْعُمْرِ
أَسْعَدَهُ وَمِنَ الْإِحْسَانِ أَتَمَّهُ وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَعَمَّهُ وَمِنَ الْفَضْلِ أَعْدَبَهُ وَمِنَ
اللُّطْفِ أَقْرَبَهُ اللَّهُمَّ كُنْ لَنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا اللَّهُمَّ اخْتِمْ بِالسَّعَادَةِ أَجَالَنا
وَحَقِّقْ بِالزِّيَادَةِ أَمَانَنَا وَاقِرُنْ بِالْعَافِيَةِ عُذُونَا وَاصْلَانَا وَاجْعَلْ إِلَيَّ
رَحْمَتَكَ مَصِيرَنَا وَمَا لَنَا وَاصْبُ سَجَالَ عَفْوِكَ عَلَيَّ ذُنُوبَنَا وَمَنْ عَلَيْنَا
بِإِصْلَاحِ غُيُوبِنَا وَاجْعَلِ التَّقْوَى زَادَنَا وَفِي دِينِكَ اجْتَهَا دَنَا وَعَلَيْكَ
تَوَكَّلْنَا وَاعْتِمَادُنَا اللَّهُمَّ تَبَتَّنَا عَلَى نَهْجِ الْإِسْتِقَامَةِ وَاعِدْنَا فِي الدُّنْيَا مِنْ
مُوجِبَاتِ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَخَفَّفْ عَنَّا ثِقْلَ الْأَوْزَارِ وَارْزُقْنَا عَيْشَةَ
الْأَبْرَارِ وَاكْفِنَا وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ الْأَشْرَارِ وَاعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ آبَائِنَا وَآ
مَهَاتِنَا وَأَخَوَانِنَا وَأَخَوَاتِنَا وَمَشَايِخِنَا مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَا عَزِيزُ يَا غَفَّارُ يَا
كَرِيمُ يَا سَتَّارُ يَا حَلِيمُ يَا جَبَّارُ يَا اللَّهُ يَا اللَّهُ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
وَيَا أَوَّلَ الْأَوَّلِينَ وَيَا آخِرَ الْآخِرِينَ وَيَا ذَا الْقُوَّةِ الْمَتِينِ وَيَا رَاحِمَ
الْمَسَاكِينِ وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ
الظَّالِمِينَ.

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

رسالہ ”ایہا الولد“ کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی برکت

اگر کوئی شخص پیر کامل اور مخلص و صالح دوست سے محروم ہو تو اسے چاہیے کہ ان نصیحتوں (جو رسالہ ”ایہا الولد“ میں مذکور ہیں) پر عمل کرے۔ اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ نفس اور شیطان اس پر غالب نہیں آئے گا اور وہ ان دونوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ نیز ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی برکت سے اس کو روحانی ترقی نصیب ہو گی۔ من جملہ نصیحتوں میں سے بعض نصیحتیں یہ ہیں:

(۱) ریاکاری کی باریکیوں سے آگاہ رہو، تاکہ تمہارا سارا عمل خالص اللہ رب العزت کے لیے ہو سکے۔

(۲) سلوک و معرفت میں اگر بندہ کو کچھ مقام و مرتبہ حاصل ہو جائے تو اس پر غرور اور گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ہمیشہ اپنے نفس کو کوستے رہنا چاہیے اور یہ خیال کرتے رہنا چاہیے کہ دنیا میں اس سے بڑا گمراہ کوئی نہیں اور اپنے اعمال کی کوتاہیوں پر نظر کھنی چاہیے۔

(۳) ہمیشہ اللہ سے اچھا گمان رکھو اور یہ کہتے رہو کہ خدائے رزاق ظالموں، فاسقوں، کافروں، بھٹوں اور تمام مخلوقات کو جب رزق دیتا ہے تو وہ مجھے بھی مقررہ رزق ضرور عطا فرمائے گا۔

(۴) مقصود کے حصول میں عجلت سے کام نہ لو۔

(۵) عوام و خواص چھوٹے، بڑے، دوست اور دشمن کی طرف سے جو تکلیف اور ایذا پہنچے، نفس کو اس کی برداشت کا عادی بناؤ۔

(۶) گناہ صادر ہو جانے کے سبب کسی شخص کو حقیر نہ جانو، کیوں کہ خاتمہ ایک

امر مبہم ہے۔

(۷) بڑے خاتمہ سے ڈرتے رہو۔ العیاذ باللہ!

(۸) اپنی امیدیں مختصر کرو (یعنی لمبی عمر اور لمبی زندگی کی تمنا نہ کرو)۔

یہاں تک کہ جو نماز تم پڑھ رہے ہو، اس کے بارے میں خیال کرو کہ یہ آخری نماز ہے۔
کیا معلوم کہ دوسری نماز تک زندگی باقی رہے گی یا نہیں۔

اللہ جو ہر چیز کا مالک اور وہاب (بہت زیادہ انعام و احسان کرنے والا) ہے، اس کی مدد و توفیق سے یہ وصیت مکمل ہوئی۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم و بحمدہ استغفر اللہ۔

یا رب لک الحمد کما ینبغی لجلال و جہک و عظیم سلطانتک۔

قارئین سے ایک درد مندانه گزارش

جو حضرات اس رسالے کا مطالعہ کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں، ان سے درد مندانه گزارش ہے کہ وہ استاذ العلماء حضرت علامہ و مولانا محمد خورشید عالم عزیزی علیہ الرحمہ اور مترجم رسالہ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ وقاری محمد زین العابدین (عرف تحسین عالم رضوی) مرحوم کے لیے ضرور دعائے مغفرت کریں۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ان دونوں حضرات کے گناہ صغائر و کبائر کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور دن بدن ان کے مراتب و درجات بلند فرمائے۔ آمین!!





تنظیم اہل سنت مدرسہ جلیبیہ مسجد جلیب ہیکٹر ۱۵ راورکیلا، ضلع سندھگرٹھ، اڑیسہ

قائم کردہ

استاذ العلماء عالم باعمل صوفی بابا صفاء حضرت علامہ مولانا
محمد نور شید عالم غفرلہ علیہ الرحمہ